پاک جمہوریت

نگران وزیراعظم محمد میاں سومرو حالیہ فسادات میں پاکستان ریلوے کوہونے والے
نقصانات کا اندازہ لگانے کے لیےاسلام آباد میں اجلاس کی صدارت کررہے ہیں۔(12 جنوری 2008ء)

ناروے کے وزیر خارجہ جوناس گارسٹور اسلام آباد میں نگران وزیراعظم محمد میاں سومرو
سے ملاقات کررہے ہیں۔(14 جنوری 2008ء)

نگران وزیراعظم محمد میاں سومرو اسلام آباد میں ایشین پیرااولمپک پاور لفٹنگ چیمپئن شپ میں میڈل
جیتنے والے خصوصی اتھلیٹس میں تحائف اور نقد انعامات تقسیم کررہے ہیں۔(09 جنوری 2008ء)

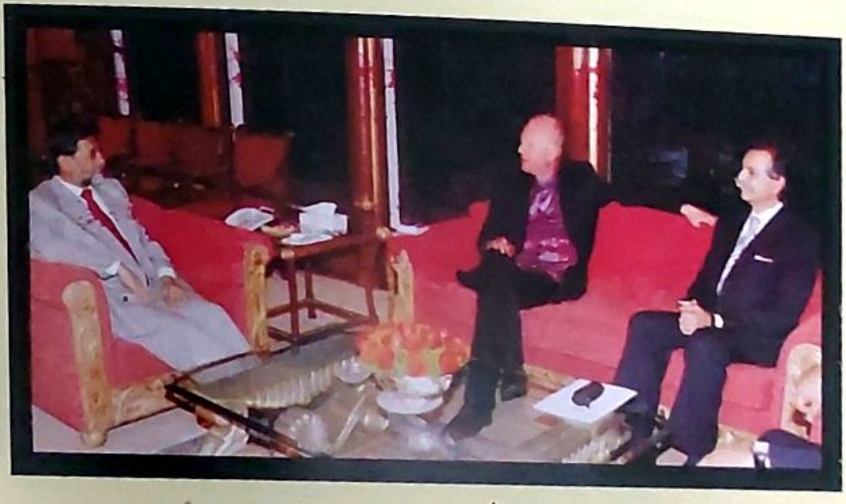

نگران وزیراعظم محمد میاں سومرو ساگر فیملی ٹریولنگ فاؤنڈیشن امریکہ کے چیئرمین بوبی ساگر اور
چیئرمین ایرا(ERRA) الطاف سلیم سے اسلام آباد میں گفتگو کررہے ہیں۔(14 جنوری 2008ء)

وزارت اطلاعات ونشریات کا جریدہ

ماہنامہ پاک جمہوریت لاہور

نگرانِ اعلیٰ اقبال سکندر

★ ★ ★ ★

مدیر اعلیٰ قائم نقوی

مدیر سید عاصم حسنین

جلد 49 شمارہ نمبر 1 رجسٹرڈ نمبر LRL 82

جنوری فروری 2008ء

قیمت عام شمارہ 10 روپے

زرسالانہ 100 روپے

ریجنل پبلی کیشنز آفس

ڈائریکٹوریٹ جنرل آف فلمز اینڈ پبلیکیشنز

218/14 شاہد کالونی وحدت روڈ لاہور

فون: مدیر اعلیٰ 7560837

مدیر 7520838

انتظامیہ 7521699

حکومت پنجاب، سندھ، سرحد اور بلوچستان کے محکمہ تعلیم کی طرف سے سکولوں اور لائبریریوں کے لئے منظور شد

فہرست

حمد نعت اور سلام		
حمد	سرور انبالوی	۲
نعت	غضنفر عباس سید	۲
سلام بحضور امام حسینؑ	پروفیسر ارجمند قریشی	۳
سلام	پروفیسر میاں محمد مرغوب	۴
سلام	انور ندیم	۴
نیا سفر	مرزا بشیر رحمانی	۵
ماں	سلطان کھاروی	۵
اللہ پر توکل اور رسول اللہ کی اتباع...... کامیابی کا زینہ	عبدالمالک مجاہد	۶
سب سے پہلے پاکستان		
ایک مدبر صدر مملکت کی ترجیح' سب سے پہلے پاکستان	سحر صدیقی	۹
ملک کی تاریخ میں پہلی بار پانچ سالہ مدت پوری کرنے والی اسمبلی	غزالہ اقبال	۱۲
قومی حکومت کے پانچ سال......ایک کارکردگی	اقراء پھول	۱۵
کاغذی اور جعلساز لینڈ مافیا کا خاتمہ......حکومت کا احسن قدم	نعیم قریشی	۱۷
مضامین		
مولانا محمد علی جوہر......عظیم سپوت	محمد طاہر تونسوی	۱۹
عورت اور حجاب	اکرم سحر فارانی	۲۳
مسلمان سائنسدان اور فلکیات	بشریٰ بخاری	۲۵
صحرائے چولستان	بلال احمد	۲۷
طلباء وطالبات کے لئے		
امتحانات میں اعلیٰ کامیابی کے لئے چند کارگر اور مفید باتیں	صوبیدار (ر) حاجی محمد رزاق	۲۹
کہانیاں		
ملا نصیر الدین کا کوٹ	فرخندہ لودھی	۳۳
ضمیر	شعیب امیر	۳۶
کھیل		
فٹ بال اور ورلڈ کپ کی تاریخ	محمد سہیل قیصرانی	۴۰
معلومات عامہ		
پہلی بار	محمد سہیل قیصرانی	۴۳
چمن کارنر		
دستر خوان	فرخندہ	۴۶

ٹائٹل وڈیزائننگ: سید ارتضیٰ حسین نقوی

ادارہ مطبوعات پاکستان نے فرید یہ آرٹ پریس انٹرنیشنل چوک سردار چپل لاہور سے چھپوا کر 218/14 شاہد کالونی وحدت روڈ لاہور سے شائع کیا

سرؔور انبالوی

حمد باری تعالیٰ

تیرا جمال غنچہ و گُل میں ہے جلوہ گر
تیرے جمال سے ہوئے روشن دل و نظر
تخلیق کائنات پہ حیراں ہوئی ہے عقل
صناعیاں نظر پڑیں دیکھا بھی ہے جدھر
حدِ گمان سے اسے بڑھ کر عطا کیا
پھیلائے ہاتھ آیا جو در پر کوئی بشر
مایوس تیرے در سے نہ لوٹا کوئی کبھی
ہوتا نہیں ہے بند کسی آن تیرا در
تیری عنایتوں کی نہیں کوئی انتہا
تیری نوازشوں سے ہوا منکر بھی بہرہ ور
سو پردوں میں بھی چھپ کے کرے کام گر کوئی
اس کام کے ہونے سے تو پہلے ہے با خبر
منکر بھی خوار ہو کے ترے در پہ آ گیا
اک عمر تک پھرا کیا ہے گو وہ در بدر
تیرا ہی نام گونجتا ہے کل جہان میں
تسبیح تیری کرتے ہیں ہر دم شجر حجر
اک لفظ 'کُن' سے خلق ہوئے کل جہاں سرؔور
یہ بحر و برٗ نجومٗ فلکٗ کہکشاں قمر

غضنفر عباس سید

نعت

توصیفِ شہہ ہر دوسرا اور ہی کچھ ہے
سرکارِ دو عالم کی ثناء اور ہی کچھ ہے
ہیں خوب زمانے کے چمن زار ولیکن
بطحا! تیرے گلشن کی فضا اور ہی کچھ ہے
میں مانگنے کچھ اور ہی آیا تھا یہاں پر
لیکن میرے آقا نے دیا اور ہی کچھ ہے
میلاد و محافل ہے نہ ہے زہد و عبادت
آقا کی عنایت کا صلہ اور ہی کچھ ہے
یہ گریہ و ماتم بھی نہیں اجرِ رسالت
تکریم درِ آلِ عبا اور ہی کچھ ہے
قارون نہ کنعاں نہ سکندر ہے نہ دارا
طیبہ! تیری گلیوں کا گدا اور ہی کچھ ہے
جس خاک کے مشاق ہیں قدسی بھی غضنفؔر
اس خاک پہ جینے کا مزا اور ہی کچھ ہے

پروفیسر ارجمند قریشی

سلام بحضور امام حسینؑ

وارثِ ملکِ پیمبرؐ محرمِ اسرارِ حق
اے حسینؑ ابنِ علیؑ تو نے دیا ہے وہ سبق
جس کی کرنوں سے منور، سب زمانے کے طبق
سہل سمجھا تو اسے اور ہم اسے جانیں ادق
یعنی حفظِ دیں کی خاطر گھر لٹاتے جایئے
سر کٹاتے جایئے اور مسکراتے جایئے

کون تھا ایسا جہاں میں، جو حکومت چھوڑ دے
گنج گوہر چھوڑ دے اور مال و دولت چھوڑ دے
اپنی بہنوں، اپنے بیٹوں کی محبت چھوڑ دے
قبرِ ناناؐ، روضۂ خاتونِ جنت چھوڑ دے
ایک ہی دنیا میں تھا یعنی حسینؑ باوفا
سامنے آنکھوں کے جس کی سارا کنبہ کٹ گیا

گویا بازو کٹ گئے، سارے سہارے چل دیے
باوفا ساتھی گئے، سب اپنے پیارے چل دیے
دوستانِ صدقِ دل، سارے کے سارے چل دیے
رات باقی رہ گئی اور چاند تارے چل دیے
کربلا کے تپتے میداں میں وہ تنہا رہ گیا
گرم سورج کے تلے ساتھ اس کا سایہ رہ گیا

وہ جو سالارِ جوانانِ جناں ہے، وہ حسینؑ
وہ جو سردار شہیدانِ جہاں ہے، وہ حسینؑ
باعث تسکینِ دل، آرامِ جاں ہے، وہ حسینؑ
آسمانِ صبر پر جو ضوفشاں ہے، وہ حسینؑ
رہنمائے آدمیت، رہبرِ دین میں
اس سے بڑھ کر محسنِ انسانیت کوئی نہیں

اس شہیدِ ناز کی رنگین جنت کو سلام
حیدری تلوار کی تمکین و ہیبت کو سلام
جو زمین پر بہہ گیا، اس خون کی عظمت کو سلام
اے شہیدِ کربلا تیری شہادت کو سلام
تو نے اے جانِ علیؑ، ہر سمت اُجالا کردیا
دینِ مصطفویؐ کا تو نے بول بالا کردیا

پروفیسر میاں محمد مرغوب

کس کا لہو ہے مطلعِ دیوانِ کربلا
آلِ نبی ہے سلسلہ جنبانِ کربلا

ہر دور میں شہادتِ عظمیٰ کے نام پر
دینا پڑا یزید کو تاوانِ کربلا

باطل، خدا کے ہاتھ سے بے دست وپا ہوا
بیٹھے دلوں کے تخت پہ شاہانِ کربلا

کبرو ریا کے سرو و صنوبر سمیٹ کر
اپنے جلو میں لے گیا طوفانِ کربلا

حرفِ جلی میں وقت کی روشن جبین پر
لکھا ہوا ہے آج بھی اعلانِ کربلا

آؤ نہ ہم بھی سایۂ رحمت سمیٹ لیں
پھیلا ہوا ہے آج بھی دامانِ کربلا

ٹوٹے دلوں کے مطلعِ امید پر ابھی
چھائے ہوئے ہیں حوصلہ مندانِ کربلا

دیتا ہے کون فکر کو تحریکِ آگہی
اہلِ سخن ہیں تذکرہ گویانِ کربلا

آنسو قلم کے بہہ گئے مرغوبؔ خود بخود
سایہ فگن ہے سوچ پہ بارانِ کربلا

انور ندیم

بے شک ہے لاجواب گھرانہ حسینؓ کا
محور ہے کائنات میں نانا حسینؓ کا

میدان کربلا میں وہ جانا حسینؓ کا
اور پھر کبھی نہ لوٹ کے آنا حسینؓ کا

سوچا ہے اے یزید تو نے تجھ کو کس قدر
مہنگا پڑا ہے خون بہانا حسینؓ کا

جو دور تھا یزید کا وہ دفن ہو چکا
بے شک ہے اب ہر ایک زمانہ حسینؓ کا

انورؔ رہے خیال محرم کی جب ہو دس
تو بھی یہ دن ضرور منانا حسینؓ کا

مرزا بشیر رحمانی

نیا سفر

نیا سفر ہے نئی رہگذر سجانی ہے
قدم قدم پہ ہمیں شمعِ نو جلانی ہے

فسوں تو ٹوٹ گیا رات کے اندھیروں کا
چھپا ہوا ہے اُجالا مگر سویروں کا

دلوں میں فصلِ محبت ابھی اُگانی ہے
نیا سفر ہے، نئی رہگذر سجانی ہے

بہار نو کے چمن زار پر سلام آئے
گلوں کی شاخ پہ مہکار کے پیام آئے

سرِ وادیِ زیست کی منزل ابھی دکھانی ہے
نیا سفر ہے، نئی رہگذر سجانی ہے

ابھی جو کام ہے باقی وہ کام کرنا ہے
ابھی تو جذبۂ تعمیر عام کرنا ہے

ابھی تو قوم کی بگڑی ہمیں بنانی ہے
نیا سفر ہے نئی رہگذر سجانی ہے

سلطان کھاروی

ماں

غوں غوں میں جب کرتا تھا
کوے سے بھی ڈرتا تھا

مجھ کو وہ بہلاتی بھی
میٹھی نیند سلاتی بھی

دودھ اور دلیہ دیتی بھی
روز بلائیں لیتی بھی

گو مجھ میں کم زوری تھی
میری طاقت لوری تھی

مجھ کو وہ نہلاتی تھی
کپڑے نئے پہناتی تھی

سن کر میری باتوں کو
جاگ اُٹھتی وہ راتوں کو

بوجھو یا بتلا دوں ہاں
کون تھی وہ اک میری ماں

اللہ پر توکل اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع......کامیابی کا زینہ

عبدالمالک مجاہد

حضرت عبداللہ بن خبیبؓ سے روایت ہے کہ ہم بارش کی رات اور سخت تاریکی میں نبی ﷺ کی طلب میں نکلے کہ آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھیں۔ ہم نے آپ کو پالیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: قُل (کہو)، میں خاموش رہا، کچھ نہ کہا۔ آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا: قُل۔ میں نے پھر بھی کچھ نہ کہا۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: قُل۔ تب میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں کیا کہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: قُل ھُو اللہ اَحَد اور معوذتین بار پڑھو، شام کے وقت اور صبح کے وقت تین مرتبہ، یہ تمہیں ہر چیز کی جگہ کافی ہو جائیں گی۔ (ترمذی)

تعلیم و تربیت کا کیسا انداز ہے، پوری طرح متوجہ کر کے، شفقت و محبت کے ساتھ بات کو دل و دماغ میں اُتار دینا کہ زندگی بھر بات نہ بھولے، یہ نبی ﷺ کا طریقۂ تعلیم ہے۔ آدمی ان تین سورتوں کے ذریعے اللہ رب العالمین کی پناہ میں آجاتا ہے، جو کائنات کا حکمران ہے۔ تب انسان کا کون سا کام ہے جو نہ ہوگا۔ جو اللہ کا ہو جائے، اللہ تعالیٰ اس کے ہو جاتے ہیں۔ اہلِ ایمان کا بڑا سہارا یہی ہے: وعلى الله فليتوكل المؤمنون، "اللہ ہی پر ایمان والے توکل کریں"۔ (المائدہ 11:5)

سائب بن مہجاں شامی تابعی ہیں، بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ شام میں داخل ہوئے تو شام کے لوگوں کو خطاب کیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد وعظ نصیحت کی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا، اس کے بعد فرمایا کہ جس طرح میں نے آپ لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر خطاب کیا ہے، اسی طرح رسول ﷺ بھی ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور خطاب فرمایا۔

نبی ﷺ نے اس خطاب میں تقویٰ، صلہ رحمی، باہمی تعلقات کی اصلاح کا حکم دیا اور فرمایا: جماعت سے وابستہ رہو، سنو اور اطاعت کرو، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ اللہ تعالیٰ جماعت کی حفاظت اور نصرت فرماتے ہیں۔ شیطان اکیلے شخص پر حملہ آور ہوتا ہے، دو سے دور رہتا ہے۔ جسے اپنی برائی کا دکھ اور نیکی پر خوشی ہو تو مسلمان اور مومن ہونے کی نشانی ہے اور منافق کی نشانی یہ ہے کہ اسے برائی پر ذہنی تکلیف نہ ہو اور نیکی پر ذہنی خوشی اور مسرت نہ ہو۔ وہ اگر بھلائی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے اس پر ثواب کی اُمید نہیں رکھتا اور اگر برائی کرتا ہے تو اس پر اسے سزا کا کوئی ڈر نہیں ہوتا۔ دنیا کی طلب میں اچھے طریقے اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری روزی کا ذمہ لیا ہے۔ ہر ایک کو اس کے اس عمل کا جس پر وہ کاربند تھا، پورا پھل ملے گا۔ اپنے اعمال پر اللہ سے مدد مانگو، اس لیے کہ وہ جس عمل کو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جسے چاہتا ہے قائم رکھتا ہے۔ اس کے پاس ام الکتاب (لوحِ محفوظ) ہے۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

طویل تقاریر کے بجائے اختصار سے اہم اور بنیادی امور کے بیان کا کتنا اچھا نمونہ ہے۔ یہ مثال بھی ملتی ہے کہ عمالِ حکومت اپنی طرف سے ضروری باتیں بیان کر کے، اہم تر باتیں اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے بھی بیان کریں

کہ سننے والوں کے لیے اس کی اپنی تاثیر ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے: میں رسول ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ سے روانہ ہوا۔ ہم عربوں کے قبیلوں میں سے ایک قبیلے کے پاس پہنچے۔ نبی ﷺ نے بستی سے الگ تھلگ ایک گھر پر نظر ڈالی اور اس کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ جب ہم اس کے پاس پہنچے تو پتہ چلا کہ یہاں تو صرف ایک خاتون ہے۔ اس نے کہا: اللہ کے بندے! میں ایک عورت ہوں اور میرے ساتھ کوئی بڑا آدمی نہیں ہے۔ اگر آپ لوگ مہمان بننا چاہتے ہیں تو بستی کے بڑے کے پاس چلے جائیں۔ شام کا وقت تھا۔ آپ ﷺ نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اتنے میں اس کا بیٹا بکریوں کو ہنکاتا ہوا پہنچ گیا۔ تب اس خاتون نے اپنے بیٹے سے کہا: بیٹے! اس بکری کو لو اور اس کے ساتھ یہ چھری بھی پکڑ لو اور دونوں مہمانوں کو جا کر دے دو اور ان سے کہو کہ میری ماں آپ سے کہتی ہے کہ اس بکری کو ذبح کر لیں، خود بھی کھائیں اور ہمیں بھی کھلائیں۔

جب بیٹا نبی ﷺ کے پاس آ گیا اور اپنی ماں کا پیغام پہنچایا تو نبی ﷺ نے فرمایا: چھری لے جاؤ، ہمارے پاس پیالہ لے کر آؤ۔ اس نے عرض کیا: ماں چراگاہ میں چلی گئی ہے اور بکری کے تھنوں میں دودھ نہیں ہے۔ اس لیے پیالے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس بات کو چھوڑو بس پیالہ لے آؤ۔ وہ پیالہ لے آیا۔ نبی ﷺ نے بکری کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا، پھر دودھ دوہا یہاں تک کہ پیالہ بھر گیا۔ وہ پیالہ آپ ﷺ نے بچے کو دیا اور فرمایا: اپنی ماں کو دے آؤ، چنانچہ وہ ماں کے پاس لے گیا۔ اس نے اتنا دودھ پیا کہ سیر ہوگئی۔ بچہ پیالہ لے کر واپس آیا، آپ ﷺ نے دوبارہ پیالہ بھر کر اسے دیا اور فرمایا: دوسرا پیالہ بھی لے آؤ، وہ دوسرا پیالہ لایا، آپ ﷺ نے اس میں بھی دودھ دوہا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دودھ پلایا۔ پھر نبی ﷺ نے پیا۔ وہ رات ہم نے وہیں گزاری، پھر ہم دوبارہ منزل کی طرف چل پڑے۔

اس خاتون نے آپ ﷺ کی یہ برکت دیکھی تو آپ ﷺ کا نام مبارک رکھ دیا اور وہ آپ ﷺ کو مبارک کے نام سے پکارتی تھی۔ اس کے بعد اس کی بکریاں بھی بہت زیادہ ہوگئیں، چنانچہ بکریوں کا ایک ریوڑ لے کر وہ مدینہ طیبہ آ گئی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اس طرف سے گزر ہوا تو اس کے بیٹے نے انہیں دیکھ کر پہچان لیا اور اپنی ماں کو آواز دی: اماں جان! یہ وہ آدمی ہے جو مبارک ذات کے ساتھ تھا۔ وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئی اور پوچھا: اللہ کے بندے! تمہارے ساتھ جو آدمی تھے وہ کون تھے؟ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا: تمہیں پتہ نہیں وہ کون تھے؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: وہ نبی ﷺ تھے۔ کہنے لگی کہ مجھے ان کے پاس لے جاؤ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اسے آپ ﷺ کے پاس لے گئے۔ آپ ﷺ نے اسے کھانا کھلایا، عطیات دیئے، پنیر اور دیہاتیوں کے ساز و سامان اور کپڑوں کے جوڑے پیش کیے۔ وہ مسلمان ہوگئی۔ (کنز العمال، ج8)

نبی ﷺ کی سیرت طیبہ اور اس کی تاثیر کا کیا حسین منظر ہے۔ آپ ﷺ کی برکت کا مشاہدہ کرنے والی خاتون خود بخود مسلمان ہو جاتی ہے۔ نبی ﷺ اس کے احسان کا بدلہ بہترین اعزاز و اکرام کے ساتھ اُتارتے ہیں۔ ہدیہ دینا، خصوصاً دور سے ملنے آنے والوں کو، اسلامی اخلاق کا تقاضا اور سنت رسول ﷺ کی پیروی ہے۔ اس کے اپنے فوائد و برکات ہیں۔ اس واقعے سے یہ بات سامنے آ جاتی ہے کہ جب بندے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں تو ان کے معاش کا مسئلہ اللہ تعالیٰ خود حل فرما دیتے ہیں۔ بکری کے خشک تھنوں میں بھی دودھ اُتر آتا ہے۔ غیب سے رزق کا سامان میسر ہو جاتا ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب ایک آدمی گھر سے بسم اللہ توکلت علی اللہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ (میں اللہ کے نام سے نکلا، میں نے اس پر توکل کیا، کوئی حرکت اور کوئی قوت نہیں مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ) پڑھ کر نکلتا ہے تو ایسے شخص کو آواز دی جاتی ہے (فرشتہ آواز دیتا ہے) ''تجھے ہدایت دی گئی، تیرے تمام کاموں کے لیے اس قدر مدد

کی گئی جتنی کافی ہو جائے اور تجھے ہر شر سے بچا لیا گیا۔ شیطان تمام کے تمام اس سے دور ہو جاتے ہیں۔ ایک دوسرا شیطان دور ہو جانے والے شیطان اور اپنے آپ سے کہتا ہے: ''تم کیسے اس شخص کو نقصان پہنچا سکتے ہو جسے ہدایت دے دی گئی، جس کے لیے بقدر کفایت مدد کی گئی اور اسے ہر شر سے بچا لیا گیا''۔ (سنن ابی داؤد، سنن ترمذی)

جب ایک شخص صرف زبان سے نہیں بلکہ پورے شعور اور اخلاص نیت سے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ کر، اللہ پر بھروسہ کر کے نکلے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آ جاتا ہے اور اس کی مدد کا مستحق ہو جاتا ہے۔ وہ جسمانی اور روحانی دونوں لحاظ سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ شیطان اس کو گمراہ کرنے سے مایوس ہو جاتا ہے۔ آج کے حالات میں ہر جگہ مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور نصرت کی ضرورت ہے۔ انسانوں اور جنات کی شکل میں شیطان مسلمان کے خون کے پیاسے ہیں۔ ان کو مٹانے اور کفر و شرک اور فسق و فجور میں مبتلا کرنے میں پوری قوت اور تمام وسائل کے ساتھ، زور و شور سے مصروف اور اس میں دن رات ایک کیے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کے گھروں سے انہیں ایجنٹ میسر ہیں۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ سے تعلق اور اسی پر توکل کی ڈھال ہر مسلمان کے لیے موجود ہے۔ اہل ایمان اس دعا کو ڈھال بنا کر اپنے گھروں سے نکلیں تو اللہ تعالیٰ کی نصرت اور حفاظت سے کامیاب و کامران اور مامون ہو کر اپنے گھروں کو واپس لوٹیں گے۔

☆☆☆☆☆

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرارِ شہنشاہی!
عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی!
(بالِ جبریل)

ایک مدبر صدر مملکت کی ترجیح......

سب سے پہلے پاکستان

سحر صدیقی

صدر پرویز مشرف کے ساتھ اختلاف رائے ہوسکتا ہے لیکن ان کے محب وطن ہونے، دلیل کے ساتھ بات کرنے کے انداز غوروفکر کے بعد فیصلہ کرکے اس پر ڈٹ جانے کی عادت اور انتہائی ناموافق حالات میں استقامت کے ساتھ پُر امید رہنے کے حوصلے سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ وہ گزشتہ 9 سال سے اپنی ان خداداد صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کر رہے ہیں اس کی ایک انتہائی متاثر کن جھلک 11 نومبر کو ایوان صدر میں اس وقت دیکھنے میں آئی جب ایک پُر ہجوم پریس کانفرنس میں انہوں نے ملکی و غیر ملکی صحافیوں کے سامنے نہایت اہم سیاسی و قومی امور کے عنوان سے خطاب کیا۔ صدر پرویز مشرف نے اعلان کیا کہ قومی اسمبلی 15 نومبر اور سندھ، بلوچستان اور پنجاب کی صوبائی اسمبلیاں 20 نومبر کو تحلیل کر کے مرکز اور صوبوں میں نگران حکومتیں قائم کی جائیں گی۔ امید ہے کہ عام انتخابات کا انعقاد جنوری کے پہلے ہفتے میں کرایا جائے گا، دہشت گردی کے خاتمے تک فوجی کاروائی جاری رہے گی، پاکستان کے اندرونی معاملات میں ہمیں کسی کی ڈکٹیشن یا ایڈوائس نہیں چاہئے، انتخابی عمل اور امن وامان میں خلل ڈالنے کی اجازت نہیں دی جائے گی، پی سی او کے تحت حلف نہ اٹھانے والے اب جج نہیں ہیں، آئندہ وزیر اعظم کا فیصلہ عام انتخابات کے بعد سیاسی جماعتیں کریں گی، ایمرجنسی کے خاتمے کی فی الوقت کوئی تاریخ نہیں دی جاسکتی۔

صدر پرویز مشرف نے ملک میں ہنگامی حالت کے نفاذ کی وجوہات اور جمہوری عمل کے تسلسل کو یقینی بنانے کیلئے آئندہ کے لائحہ عمل پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ آئین کے مطابق قومی اور صوبائی اسمبلیاں اپنی مقررہ مدت پوری کرنے والی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ قومی اسمبلی پہلی مرتبہ اپنی پانچ سالہ مدت 15 نومبر کو پوری کر رہی ہے، لہٰذا یہ 15 نومبر کو تحلیل ہو جائے گی۔ سرحد اسمبلی پہلے ہی تحلیل ہو چکی ہے اور وہاں نگران حکومت قائم ہے۔ پنجاب اسمبلی 24 نومبر کو، سندھ اسمبلی 10 نومبر کو اور بلوچستان اسمبلی 26 نومبر کو اپنی مدت پوری کر رہی ہیں۔ صوبائی اسمبلیاں مختلف تاریخوں کو اپنی مدت پوری کر رہی ہیں، لہٰذا پوری صورت حال کو مدِنظر رکھتے ہوئے اور متعلقہ وزراء اعلیٰ سے مشاورت کے بعد اتفاق رائے سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ یہ اسمبلیاں ایک ہی دن 20 نومبر کو تحلیل کی جائیں اور نگران حکومتیں قائم کی جائیں۔ الیکشن کمیشن کو آئین کے مطابق زیادہ سے زیادہ 60 دن اور کم سے کم 45 دن درکار ہوتے ہیں لہٰذا میں الیکشن کمیشن سے درخواست کروں گا کہ ہر ممکنہ طور پر جلد از جلد انتخابات کا انعقاد کرائے۔ الیکشن کمیشن آئینی تقاضے کے مطابق کم سے کم مدت میں 9 جنوری سے جو محرم کا آغاز بھی ہے قبل عام انتخابات کے انعقاد کے انتظامات کرے، لہٰذا میں اس ضمن میں معاملے کو الیکشن کمیشن پر چھوڑتا ہوں کہ وہ صحیح تاریخ کے تعین کے لیے آئینی تقاضے کے مطابق فیصلہ کرے تاہم میں امید رکھتا ہوں کہ یہ 9 جنوری سے پہلے ہوگی۔ وردی اتارنے سے

متعلق صدر نے کہا کہ انہوں نے ہمیشہ آئین کی پیروی کی ہے، اس حوالے سے معاملہ عدالت میں زیرِ سماعت ہے، سپریم کورٹ جب صدارتی انتخابات کے نوٹیفکیشن کی اجازت دیگی تو وہ سویلین صدر کی حیثیت سے حلف اٹھائیں گے اور اس طرح میں نے قوم سے جو وعدہ کیا تھا کہ آئین کی پیروی کروں گا اور اسمبلیوں کی مدت پوری ہوگی وہ آج پورا ہو رہا ہے۔

صدر نے کہا کہ یہ جمہوری تقاضا ہے کہ اس عمل کو جاری رکھتے ہوئے آگے بڑھایا جائے۔ کسی حکومت کو مدت سے پہلے نہیں جانا چاہئے۔ صدر پرویز مشرف نے ملک میں ہنگامی حالت کے نفاذ کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ تمام اقدامات آئین کے مطابق اور ملک وقوم کے مفاد میں کئے گئے اور ان کے کوئی ذاتی مقاصد نہیں ہیں۔ ہمیں یہ کڑوی گولی نگلنا پڑی ہے، یہ میری زندگی کے مشکل فیصلوں میں سے ایک تھا۔ میری کوئی ذاتی انا یا عزائم نہیں، میرے سامنے قومی مفاد کو اولیت حاصل ہے، ملک کو انتہا پسندی و دہشت گردی اور عدم استحکام سے دوچار ہونے کا چیلنج درپیش تھا، قوم خلفشار کا شکار ہو رہی تھی، لہٰذا مجھے جمہوری عمل کو بچانے کے لیے یہ قدم اٹھانا پڑا اگر یہ قدم نہ اٹھایا جاتا تو یہ عمل پٹڑی سے اترنے کا خدشہ تھا۔ سیاستدانوں، وزیراعظم اور ان کی کابینہ کے ارکان سول سوسائٹی کے ارکان اور کاروباری شخصیات، فوج سمیت زندگی کے تمام طبقوں سے انفرادی اور گروپ کی شکل میں مشاورت کے بعد پورے پاکستان کے مفاد میں اس فیصلے پر پہنچا۔ صدر نے ہنگامی حالت سے پہلے کی صورتِ حال کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ریاست کے تین ستونوں کے درمیان تصادم کی صورتحال تھی، عدلیہ کے بعض ارکان انتظامیہ اور مقننہ کے ساتھ الجھے ہوئے تھے، حکومت نیم مفلوج ہو کر رہ گئی تھی، حکومتی اہلکاروں کی عدالتوں میں بے عزتی کی جارہی تھی، قانون نافذ کرنے والے اداروں اور پولیس کے حوصلے پست تھے، دہشت گردوں کو شہ مل رہی تھی کہ گزشتہ 8 سال میں پہلی مرتبہ معیشت نیچے جارہی تھی اس لئے میں نے قومی مفاد میں یہ مشکل فیصلہ کیا اور اس پر پوری ذمہ داری کے ساتھ قائم ہوں۔

صدر نے 9 مارچ کو چیف جسٹس کے خلاف ریفرنس کے حوالے سے کہا کہ کوئی بھی شخص قانون سے بالاتر نہیں، میں نے بھی وہی کیا جس کی مجھے قانون اور آئین نے اجازت دی۔ چیف جسٹس کے خلاف ریفرنس آئین اور قانون کے مطابق تھا۔ انتہا پسندی اور دہشت گردی کے خلاف جنگ کے حوالے سے صدر نے کہا کہ ان عناصر کے ساتھ پوری قوت سے نمٹ رہے ہیں۔ ہم دہشت گردی کی بنیاد کو ختم کرنا چاہتے ہیں، یہ آسان کام نہیں۔ اس سلسلے میں قانون نافذ کرنے والے اداروں کو تقویت دی جارہی ہے اس میں کچھ وقت لگے گا۔ 1999ء میں ہمیں افغان پالیسی گزشتہ حکومت سے ورثے میں ملی۔ اگر پاکستان سے دہشت گردی نہ روکی گئی تو پاکستان کو بہت خطرہ ہے، اس کو پوری قوت استعمال کر کے جڑ سے اکھاڑنا ہے۔ جب تک یکجہتی نہیں ہوگی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ خدانخواستہ وہ دن نہ آئے کہ ہم ہار جائیں۔ اس سلسلے میں عدلیہ سمیت تمام حکومتی اداروں کو یکجان ہو کر انتہا پسندی اور دہشت گردی کو شکست دینی ہے۔ میڈیا کو بھی اس ضمن میں اپنا ذمہ دارانہ کردار ادا کرنا چاہئے۔ صدر پرویز مشرف نے کہا کہ وہ میڈیا کی آزادی کے حامی ہیں۔ انہوں نے میڈیا کو بے مثال آزادی دی لیکن حکومت کی خواہش ہے کہ میڈیا کی طرف سے ذمہ داری کا مظاہرہ کیا جائے، تنقید ضرور کی جائے لیکن کسی کو جان بوجھ کر بدنام یا تضحیک کا نشانہ بنایا جائے، حقائق کو مسخ نہ کیا جائے، تہذیب کے دائرہ میں رہ کر بات کی جائے۔ صدر نے کہا کہ یہ صرف چند چینلز اور چند افراد ہیں جو اپنے ذاتی عزائم اور سیاسی ایجنڈے کی خاطر بے بنیاد باتیں کر رہے ہیں۔ اگر میڈیا ضابطہ اخلاق کے مطابق ذمہ داری کا مظاہرہ کرے تو کوئی مسئلہ نہیں۔ صدر نے عوام سے اپیل کی کہ وہ حالات کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے پاکستان کو خراب ہونے سے بچائیں اور ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ ہمیں

معیشت کی تنزلی کو روکنا ہے یہ تب رکے گی جب امن وامان برقرار رہے انتخابی عمل آگے بڑھے اور خوش اسلوبی سے انتخابات ہو جائیں گے اور نئی حکومتیں قائم ہو جائیں گی اور اس طرح پاکستان آگے بڑھے گا۔ صدر نے وکلاء برادری سے بھی اپیل کی کہ وہ تعلیم یافتہ طبقہ ہیں، وہ حالات اور حقائق کو سمجھیں، ہم نے کبھی آئین یا قانون کی خلاف ورزی نہیں کی۔ ایک سوال کے جواب میں صدر نے کہا کہ وہ منصفانہ اور شفاف انتخابات کے انعقاد کے خواہاں ہیں الیکشن کمیشن ضابطہ اخلاق مرتب کرے گا امید ہے تمام جماعتیں اس کی یکساں پیروی کریں گی جبکہ میں غیر جانبدار ہوں گا۔ ایک اور سوال کے جواب میں صدر نے کہا کہ ایمرجنسی انتخابی عمل میں خلل کو روکنے اور صورتحال کو قابو میں رکھنے میں مدد دے گی۔ یہ شفاف انتخابات کے عمل کو یقینی بنائے گی تاہم جمہوری عمل کی راہ میں رکاوٹ یا انارکی پیدا کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی البتہ غیر ملکی مبصرین کو انتخابی عمل کے مشاہدے کی اجازت دی جائے گی۔

صدر نے کہا کہ پاکستان میں امن کو یقینی بنانے اور انتخابات کے لئے سازگار ماحول کو یقینی بنانے کے لئے ہنگامی حالت نافذ کی گئی۔ ہم ہنگامی حالت کے نفاذ کے اہداف حاصل کر رہے ہیں اس کے نفاذ سے اختیارات حاصل ہوئے ہیں جو پہلے نہیں تھے۔ ہنگامی حالت کے نفاذ سے بیرونی امداد بند ہونے کے امکان سے متعلق سوال پر صدر نے کہا کہ اس کا امکان نہیں، امید ہے کہ بین الاقوامی برادری ہمارے زمینی حقائق کو سمجھے گی خاص کر دہشت گردی کے خلاف ہماری کوششوں کو مدنظر رکھتے ہوئے انہیں مزید تقویت دیگی۔ ایمرجنسی کا نفاذ دہشت گردی کے خلاف کوششوں کو تقویت دیتا ہے، جب تک حالات ٹھیک نہیں ہو جاتے ہنگامی حالت کے نفاذ کے خاتمے کی تاریخ نہیں دی جاسکتی۔ دہشت گردی کے حوالے سے درپیش صورتحال میں کچھ قانونی اتھارٹی درکار ہوتی ہے تاکہ ان کو روک سکیں تاہم انہوں نے یقین دلایا کہ عام آدمی کی پکڑ دھکڑ نہیں ہوگی۔ محترمہ بینظیر بھٹو کی مقبولیت سے متعلق ایک سوال کے جواب میں صدر نے کہا کہ اسلام آباد میں چند سو کے مجمع سے کسی کی مقبولیت کا اندازہ لگانے کے لئے اس 70 فیصد آبادی کو بھی مدِ نظر رکھنا ہوگا۔ آئندہ وزیراعظم کا فیصلہ عام انتخابات کے بعد سیاسی جماعتیں کریں گی۔

انہوں نے کہا کہ وہ کسی سیاسی جماعت کے لیڈر نہیں ہیں، آئندہ عام انتخابات میں عوام سیاسی جماعتوں کو ووٹ دیں گے اور سیاسی جماعتوں نے فیصلہ کرنا ہے کہ وہ کسے وزیراعظم بناتی ہیں۔ تمام سیاسی جماعتوں کو یکساں مواقع دیتے ہوئے ملک میں شفاف اور منصفانہ انتخابات کو یقینی بنایا جائے گا۔ پاکستان کے مستقبل کی خاطر تمام جماعتوں کے ساتھ سیاسی مفاہمت ہونی چاہئے تاکہ دہشت گردی سمیت ملک کو درپیش چیلنجوں کا سامنا کیا جاسکے۔ ہنگامی حالت کے نفاذ پر بین الاقوامی برادری کے ردِعمل سے متعلق سوال پر صدر نے کہا کہ پاکستان کے اندرونی معاملات میں ہمیں کسی کی ڈکٹیشن یا ایڈوائس نہیں چاہئے۔ ہم نے یہ اقدام پاکستان کے مفاد میں اپنی مرضی سے ''سب سے پہلے پاکستان'' کی بنیاد پر کیا ہے۔ اس سے پاکستان کی سالمیت اور داخلی صورتحال بہتر ہوگی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ صدر جنرل پرویز مشرف نے جس حقیقت پسندی اور دردمندی کے ساتھ اپنے خیالات اور مؤقف کا اظہار کیا ہے اس سے یہی ظاہر ہوا کہ انہوں نے اپنا دل کھول کر دنیا اور خاص طور پر اپنی قوم کے سامنے رکھ دیا ہے۔

☆☆☆☆☆

ملک کی تاریخ میں پہلی بار

پانچ سالہ مدت پوری کرنے والی اسمبلی

غزالہ اقبال

ملکی تاریخ میں پہلی بار اپنی مدت پوری کرنے والی اسمبلی جو کہ 10 اکتوبر 2002ء کے عام انتخابات کے بعد وجود میں آئی تھی۔ 15 اور 16 نومبر کی درمیانی شب اپنی مدت پوری کرنے کے بعد تحلیل ہوگئی بلاشبہ یہ ایک اعزاز سے کم نہیں جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ پاکستان کی تاریخ میں ایسی مثال پہلے کہیں موجود نہیں تھی۔ نگران حکومت کا قیام اس لحاظ سے جمہوریت کی بحالی کی طرف ایک قدم قرار دیا جاسکتا ہے۔

آیئے پہلے تو اس اسمبلی کی خصوصیات ممبر اور پاس ہونے والے بلز کے بارے میں ایک جائزہ لیں اور پھر اس کی تحلیل کے بعد قائم ہونے والی نگران حکومت کے خدوخال دیکھیں۔

یہ اسمبلی 342 گریجویٹ ارکان پر مشتمل تھی اس میں نوجوان اراکین کی ایک بڑی تعداد منتخب ہوئی۔ عام سیاسی پارٹیوں کی مرکزی قیادت کو بھی شامل کیا گیا۔۔ 60 خواتین منتخب ہوکر آئیں جو خصوصی نشستوں پہ آئی تھیں۔ 12 آزاد نشستوں پر منتخب ہوئیں۔ اس طرح سے خواتین ارکان کی تعداد 72 ہوگئی جو اس سے قبل کسی بھی اسمبلی میں نہیں تھیں۔ ایسا کرنے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ بیرونی دنیا کو یہ دکھایا جائے کہ پاکستان کی قیادت اس بات پہ یقین نہیں رکھتی کہ خواتین کو گھروں کی چار دیواری کے اندر محدود کر کے رکھ دیا جائے اور اُس نے اپنے لبرل (Llbral) تاثر کو تقویت دی اور مغربی معاشرے پہ ثابت کیا کہ وہ خواتین کو معاشرے کا ایک فعال رکن بنانے اور اُن کی صلاحیتوں سے بھر پور فائدہ اُٹھانے کا قائل ہے۔

اس اسمبلی میں 222 بلز پیش ہوئے، 50 منظور ہوئے۔ پہلا اجلاس 16 نومبر 2002ء میں ہوا۔ جبکہ آخری 7 نومبر 2007ء کو ہوا۔ اس کی سب سے بڑی قانون سازی 17 ویں آئینی ترمیم کی منظوری ہے اس ترمیم کو ایک طویل بحث مباحثے اور مذاکرات سے دو تہائی اکثریت سے منظور کیا گیا۔

اسمبلی کی دوسری بڑی قانون سازی تحفظ نسواں بل کی منظوری ہے۔ اس بل کے تحت حدود آرڈیننس میں تبدیلی کی گئی۔ اس بل میں موجود شقوں کے بارے میں عوام اور میڈیا میں زبردست بحث کی گئی۔ عام طور پر علماء نے اس کے خلاف آواز اُٹھائی۔ مگر زبردست مخالفت کے بعد آخر کار یہ بل منظور کیا گیا۔ اس میں حکومت نے عوامی سطح پہ مختلف سیمینار اور ٹی وی شوز منعقد کیے اور لوگوں کے خدشات دور کیے۔ اب یہ بل پورے ملک میں نافذ ہے۔

مخدوم امین فہیم کو سب سے پرانا پارلیمنٹ ممبر کہا جاسکتا ہے جو این اے 127 سے 1970ء میں ہونے والے انتخابات سے مسلسل قومی رُکن اسمبلی چلے آرہے ہیں۔

اس اسمبلی کا ایک اور اعزاز یہ بھی ہے کہ اس کے سپیکر چودھری امیر حسین پہلے سپیکر

ہیں جنہوں نے اپنی 5 سالہ مدت پوری کی ہے اس کے علاوہ وزیر خارجہ خورشید قصوری، وزیر تجارت ہمایوں اختر خان، وزیر صحت نصیر خان، سینئر وزیر راؤ سکندر اقبال نے بھی وزیر کی حیثیت سے 5 سال تک اپنی مدت پوری کی۔

اب بات کرتے ہیں نگران وزیر اعظم کے بارے میں اسمبلی کے تحلیل ہونے کے بعد 16 نومبر کو محمد میاں سومرو نے اپنی کابینہ کے ساتھ بطور نگران وزیر اعظم حلف اُٹھایا اور صدر نے ایک خصوصی تقریب میں نگران وزیر اعظم کا اعلان کیا تھا جب پرویز مشرف نے اقتدار سنبھالا تو سندھ کے حالات کو بہتر کرنے کے لئے اُنھیں ایک قابل اعتماد ساتھی کی ضرورت پڑی۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے محمد میاں سومرو کو بینک کی صدارت سے اُٹھا کر سندھ کا گورنر بنا دیا اور اُنھوں نے ثابت کیا کہ وہ ایک انتہائی زیرک اور کامیاب سیاستدان ہیں۔

جب قومی اسمبلی کی مدت مکمل ہونے کو آئی تو نگران وزیر اعظم کے سلسلے میں مختلف نام لئے جا رہے تھے جن میں مخدوم امین فہیم، عبدالحفیظ شیخ وسیم سجاد، ڈاکٹر نسیم اشرف وغیرہ شامل تھے۔ مگر 15 نومبر کی شب کو الوداعی عشائیے میں صدر پرویز مشرف نے محمد میاں سومرو کا بطور نگران وزیر اعظم اعلان کیا جو الیکشن کے بعد اقتدار آنے والے حکمرانوں کے سپرد کر کے دوبارہ اپنا کام بطور چیئرمین سینیٹ جاری رکھیں گے۔

اگر گذشتہ سیاسی ادوار میں نگران وزرائے اعظم جن میں معین قریشی اور معراج خالد شامل ہیں کے دور کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ دونوں طویل مدت کی معاشی اور اقتصادی پالیسیاں لے کر آئے تھے۔ معراج خالد کے دور میں پہلی مرتبہ احتسابی کمیشن قائم کیا گیا جسے بعد میں احتساب بیورو کا نام دیا گیا۔ یہ گذشتہ 11 برسوں سے کام کر رہا ہے۔

نگران کابینہ ابتدائی طور پر 24 وفاقی وزراء پہ مشتمل ہے۔ اطلاعات و نشریات کی وزارت ہمیشہ سے ہی ہر حکومت میں بہت اہم رہی ہے مگر چونکہ گذشتہ کچھ برسوں سے میڈیا بہت زیادہ پھیل چکا ہے۔ اس لیے اس کا کردار اور بھی زیادہ اہم ہو گیا ہے۔ خاص طور پر ایمرجنسی کے نفاذ کے بعد میڈیا پر جو پابندیاں عائد کی گئی ہیں اُس کی وجہ سے چاروں طرف سے حکومت کو دباؤ کا سامنا ہے۔ اس مشکل صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لئے نثار میمن کے سپرد یہ ذمہ داری کی گئی ہے۔

خورشید قصوری جن کا شمار پاکستان کے طویل ترین عرصہ تک خارجہ ذمہ داری ادا کرنے والے وزراء میں ہوتا ہے کی جگہ انعام الحق نے لی ہے جو اس سے قبل بھی خارجہ امور کے وزیر مملکت رہ چکے ہیں۔

تقریب حلف برداری کے بعد صدر مشرف نے اپنے دور حکومت میں ہونے والی اقتصادی ترقی کا ذکر بالخصوص کیا اور نگران حکومت سے یہ توقع ظاہر کی کہ وہ پالیسیوں کو تواتر سے جاری رکھے گی۔ اتفاق یہ ہے کہ موجودہ نگران وزیر اعظم محمد میاں سومرو بھی گذشتہ وزیر اعظم شوکت عزیز کی طرح بینک سے تعلق رکھتے ہیں یاد رہے کہ اس اسمبلی نے اپنے 5 سال کے دوران تین وزرائے اعظم کا اقتدار دیکھا تھا:

1۔ 21 نومبر 2002ء سے میر ظفر اللہ خان جمالی
2۔ 30 جون 2004ء سے چوہدری شجاعت حسین
3۔ 28 اگست 2004ء سے شوکت عزیز

چونکہ محمد میاں سومرو نے امریکہ سے آپریشنز مینجمنٹ میں M.SC کے بعد بینکنگ میں قدم رکھا۔ اس لئے ہم یہ اُمید کر سکتے ہیں کہ غیر جانبدارانہ اور شفاف انتخابات کے انعقاد کے ساتھ ساتھ حکومت اقتصادی پالیسیوں میں بھی کوئی خامی نہیں آنے دے گی۔

صدر پرویز مشرف نے اپنے خطاب کے دوران کہا کہ ملکی تاریخ میں پہلی بار قومی اسمبلی نے اپنے 5 سال پورے کئے ہیں وزیر اعظم کو گارڈ آف آنر دیا گیا اس اسمبلی میں علماء کرام کی بڑی تعداد بھی دینی اسناد پر منتخب ہو کر رکن اسمبلی بنی تھی۔ اس طرح ایک مکمل طور پر متوازن اسمبلی دیکھنے میں آئی جہاں نوجوان، خواتین، اپوزیشن کے ارکان اور علماء موجود

تھے۔

دیکھا جاسکتا ہے کہ قومی اسمبلی نے اپنے 5 سالہ دور کو پورا کر کے سیاست کا ایک نیا باب رقم کیا ہے اس وقت پاکستان دنیا میں تیز رفتار ترقی کرنے والے ممالک کی فہرست میں شامل ہے۔

ہمارے ہاں مسئلہ یہ ہے کہ آنے والے حکمران سابقہ حکمرانوں کے اچھے منصوبے ختم کرنے پر تل جاتے ہیں جو ایک انتہائی غلط بات ہے۔ مثال کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے کہ ایوب دور میں صنعتی ترقی اپنے عروج پہ تھی مگر نیشنلائزیشن کی پالیسی نے سب کچھ اُلٹ دیا اور اس دھچکے سے پاکستان آج تک باہر نہیں نکل سکا۔ اسی طرح جب پرویز مشرف اقتدار میں آئے تو انھیں بھی ایک مخدوش معاشی صورتحال کا سامنا تھا لیکن کامیاب اقتصادی پالیسیوں سے اب ملک کو کافی سنبھالا ملا ہے اور انھی پالیسیوں کا جاری رکھنا ہی ملک کو تیزی سے معاشی خوشحالی کی جانب لے جانے کا ضامن ہے۔

☆☆☆☆

اعجاز ہے کسی کا یا گردشِ زمانہ!
ٹوٹا ہے ایشیا میں سحرِ فرنگیانہ!
تعمیرِ آشیاں سے میں نے یہ راز پایا
اہلِ نوا کے حق میں بجلی ہے آشیانہ!
(بالِ جبریل)

قومی حکومت کے پانچ سال......ایک کارکردگی!

اقراء پھول

صدرِ مملکت پرویز مشرف کے روشن خیال اور اعتدال پسند رویّے نے وطنِ عزیز پاکستان کو ترقی اور خوشحالی کی جس ڈگر پر لا کھڑا کیا ہے ماضی میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی کہنے کو تو اس حکومت کو قائم ہوئے ابھی آٹھ برس ہی ہوئے ہیں تاہم ان آٹھ برسوں کے دوران حکومتِ وقت نے بعض ایسے شان دار منصوبوں کا آغاز کیا ہے جو یہاں کی عوام کی زندگیوں میں روشنی، اُمید اور حوصلے کی نئی تاریخ رقم کریں گے...... یہی کیا کم ہے۔ تاریخِ پاکستان میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کوئی بھی منتخب حکومت اس طرح امن، پائیدار ترقی اور لوگوں میں خوشحالیاں بانٹتی ہوئی اپنا جمہوری حق استعمال کرے اور عرصۂ حکومت پورا کرے۔ کہا جاتا ہے کہ بعض اہم اور بڑے فیصلوں کے پیچھے بعض بڑی شخصیات کا ہاتھ ہوتا ہے تو یہ بات پوری طرح درست نظر آتی ہے۔ یہ سب صدر پرویز مشرف کی اعتدال پسند پالیسیوں اور ذہین فیصلوں کے سبب ہے کہ موجودہ حکومت نے اپنے پانچ برس مکمل کیے۔

قومی حکومت نے عوامی فلاح و بہبود اور بہتری کے جہاں اور بہت سے منصوبے پایۂ تکمیل تک پہنچائے وہاں لوگوں کی روز مرہ ضروریات بھی اس کے پیشِ نظر رہیں۔ جیسے صحت، تعلیم، روزگار، رہائش اور عوام کی جان و مال کے تحفظ کے لیے اقدامات وغیرہ۔ اِن معاملات کو حکومت نے ترجیحی بنیادوں پر اور ہنگامی بنیادوں پر مکمل کیا اور لوگوں کو ان کی بنیادی ضروریات سے فیض یاب بھی کیا۔

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو ماضی کی تمام حکومتوں کی بہ نسبت موجود حکومت نے جمہوری استحکام کے ساتھ ساتھ ملکی استحکام اور لوگوں کی بنیادی ضروریات سے جُڑے اداروں کے استحکام کے لیے بھی بعض ایسے اقدامات کیے جن کی نظیر نہیں ملتی۔

حکومتِ وقت نے جن بنیادی اداروں اور معاملات پر خصوصی توجہ مبذول کی ان میں زراعت، معیشت، خواتین، بزرگوں اور بچوں کے لیے فلاحی منصوبوں کا پروگرام، معذور افراد کے لیے بعض خصوصی اداروں کے ڈھانچے تشکیل دیے، خاص طور پر سندھ اور پنجاب میں زراعت کے شعبے میں بعض اعلیٰ شخصیات کی خصوصی دلچسپی کے سبب زرعی اجناس کی پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ ریکارڈ کیا گیا ہے...... یہ عجیب المیہ ہے کہ زرعی ملک ہونے کے باوجود پچھلی حکومتوں کے زمانے میں زیادہ تر گندم، آلو اور بعض ضروریاتِ زندگی کی اہم اشیاء جن میں چینی سرِ فہرست رہی، درآمد کرنے کا رجحان بڑھا۔ جبکہ موجودہ حکومت کے بعض شان دار منصوبوں کے طفیل ہماری حکومت 2 سے 3 ملین ٹن گندم زیادہ پیدا کرنے کے منصوبوں پر غور وخوض کر رہی ہے تاکہ ایک ایسی جنس، جس کے لیے ملک پاکستان مشہور ہے۔ اپنی ساکھ برقرار رکھ سکے اور گندم باہر سے منگوانے کا رجحان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔

یہ ایسے اقدامات ہیں جو گلوبلائیزیشن کے بڑھتے ہوئے رجحان کے باعث ناگزیر ہو چکے تھے۔ یہ بات ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ بعض بین الاقوامی اداروں کی غلط اور منفی پالیسیوں کے سبب پوری دنیا میں غربت کی شرح میں بے پناہ اضافہ ہو رہا ہے۔ موجودہ حکومت کے بعض

ہنگامی اقدامات کے پیشِ نظر یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ حکومت لوگوں کو غربت کے عفریت کے پنجے میں آنے سے محفوظ رکھنے کے لیے ایسے مثبت اقدامات کر رہی ہے۔ جن کے دیرپا اثرات مرتب ہوں گے۔ بالخصوص ''ایجوکیشن سیکٹر ریفارم پروگرام'' ملکی ترقی کے سلسلے میں ریڑھ کی ہڈی ثابت ہوگا۔

وہ جو کسی دانشور نے کہا تھا کہ آپ مجھے صحت مند مائیں دے دیں میں آپ کو صحت مند قوم دوں گا۔ تو اس بات کے پیچھے بھی بہت بڑی دانائی پوشیدہ ہے کہ صحت کسی بھی انسان، جماعت، گروہ، سوسائٹی، معاشرے اور قوم کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ کریڈٹ بھی حکومت پاکستان کو جاتا ہے کہ اس نے عوام کی صحت کی ضروریات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے پنجاب کے سرسبز و شاداب اور کثیر آبادی کے حامل شہروں سے لے کر بلوچستان کے دوردراز علاقوں، پسماندہ دیہاتوں اور ناقابل رسائی بستیوں تک صحت عامہ کے بے شمار منصوبوں کا آغاز کیا۔ گر اس روٹ لیول پر لوگوں کو اس کے فوائد حاصل ہورہے ہیں۔ غرض کہ سالانہ بجٹ سے لے کر معیشت کے میدان میں ہونے والی چھوٹی، بڑی سب تبدیلیوں کو ملک کی مقتدر شخصیات پیشِ نظر رکھتی ہیں اور ان کے ایسے حل نکالتی ہیں۔ جن سے اس بے سکون زندگی میں سکون اور راحت محسوس کرسکیں۔

اس ساری صورتِ حال کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات بجاطور پر کہی جاسکتی ہے کہ اگر وطنِ عزیز کو داخلی محاذوں پر بعض ایسے چیلنجز درپیش رہے جن سے نبٹنا اور سرخرو ہونا کسی عام آدمی کا کام نہیں تھا۔ پھر بھی جس دانش مندی اور عقل مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے، وہاں کے لوگوں کے جان ومال، عزت وآبرو کے تحفظ کے لیے وہاں کی انتظامیہ، لوکل باڈیز کے نمائندوں، سول سوسائٹی کے نمائندوں، اور میڈیا سے جڑے لوگوں کے ساتھ مل بیٹھ کر باہمی مشاورت سے وہ حل نکالے کہ جن کی مثال نہیں ملتی۔ اسی طرح خارجی محاذوں پر بھی بعض ایسے معاملات تھے جن سے نبٹنے کے لیے اگر صدر پرویز مشرف اور ان کی دیگر ساتھی قیادت عقل وفراست اور حوصلے سے کام نہ لیتی تو شاید ایسے معاملات وطنِ عزیز کے منفی اور دوررس اثرات کے نتائج سامنے لاتے لیکن صدر پرویز مشرف نے باہر کی قیادت کو اور خاص طور پر بین الاقوامی اداروں اور ان کے سربراہان کو پاکستان کی وہ صاف شفاف اور روشن صورت دکھائی جو حقیقی صورت بھی ہے اور جس کی تعمیر اور ترقی کے لیے بعض مثبت اقدامات ابھی تک کیے جارہے ہیں۔ تو اب تک شاید وطن مسائل کی دلدل میں دھنس چکا ہوتا۔ اس قومی حکومت نے محض قومی سطح پر ہی نہیں بلکہ صوبائی اور بعض معاملات میں تو ضلعی سطح پر ایسے اقدامات کیے ہیں، کہ اب وطن خوشحالی اور ترقی کی راہ پر چلتا نظر آتا ہے۔

اس وقت جو صورتِ حال بن رہی ہے اس پر اگر طائرانہ سی نظر ڈالی جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ وطن عزیز ہرگز کسی ایسی قیادت کا متحمل نہیں ہوسکتا جو داخلی اور خارجی سطح پر بگاڑ اور تنازع کا شکار ہو۔ بلکہ ملک کو ترقی اور خوشحالی کے راستے پر چلانے کے لیے ابھی اسی قیادت کی ضرورت باقی ہے......!!!

کاغذی اور جعلساز لینڈ مافیا کا خاتمہ۔ حکومت کا احسن قدم

نعیم قریشی

وفاقی حکومت نے جعلساز لینڈ مافیا اور بوگس ہاؤسنگ سوسائٹیوں کے خاتمہ کے لیے وفاقی وزیر برائے ہاؤسنگ و تعمیرات کی سربراہی میں کمیٹی تشکیل دی ہے۔ اس کمیٹی کا مقصد ہاؤسنگ سے وابستہ سفارشات مرتب کرکے عوام کو ریلیف دے کر ایسی ہاؤسنگ سکیموں کا موقع پر احتساب بھی کرنا ہے جو ضروری قانونی تقاضے پورے کیے بغیر عوام کے قیمتی سرمائے کو ضائع کر رہی ہیں اور انہیں مشکلات سے دوچار کر رہی ہیں جبکہ ایسی ہاؤسنگ سوسائٹیاں بغیر کسی قواعد و ضوابط کے اور متعلقہ محکموں سے اجازت نامہ کے بغیر پلاٹ فرخت کر رہی ہیں۔ علاوہ ازیں زمین سے زیادہ پلاٹ فروخت کر رہی ہیں اور سرکاری اداروں کے ناموں کو غلط استعمال کر کے لوگوں کو بیوقوف بنا رہی ہیں۔ حکومت نے اس کمیٹی کے ذریعے مانیٹرنگ کا جدید نظام بھی متعارف کروایا ہے اور باقاعدہ مانیٹرنگ کا ادارہ بنانے کا بھی جائزہ لے رہی ہے جو ان سوسائٹیوں کی باقاعدہ رپورٹ حکومت کو ارسال کرے جبکہ حکومت اس بات کو بھی لازمی بنا رہی ہے کہ یہ ہاؤسنگ سکیمیں غیر معیاری پلاننگ نہ کر پائیں تاکہ بعد میں الاٹیوں کو دشواریوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

وفاقی حکومت کی اس کمیٹی کے قیام سے اب کوئی لینڈ مافیا عوام کی آنکھوں میں دھول نہ جھونک پائے گا اور عوام کا سرمایہ محفوظ ہو جائے گا۔ حکومت ایسی ہاؤسنگ سوسائٹیوں کے خلاف بھی سخت اقدامات اٹھا رہی ہے جو بڑے بڑے سائن بورڈز کے ذریعے لالچ کے دروازے کھولے ہوئے ہیں۔ حکومت پنجاب نے کوآپریٹو ایکٹ 1925ء میں ضروری ترامیم کر کے اسے فعال بنا دیا ہے۔ صوبہ بھر میں واقع کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹیوں کی باقاعدہ مانیٹرنگ شروع کر دی گئی ہے۔ اس دوران جس ہاؤسنگ سوسائٹی میں کسی قسم کی بے قاعدگیاں یا قانون کی خلاف ورزی پائی گئی اس کے خلاف قانونی کاروائی عمل میں لائی جا رہی ہے۔ اس سلسلے میں محکمہ کوآپریٹو کے تمام فیلڈ افسران ہاؤسنگ کا باقاعدہ سے دورہ کر کے جائزہ رپورٹ مرتب کر رہے ہیں۔

حکومت صوبہ بھر میں کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹیوں میں پائی جانے والی بے چینی اور الاٹیوں کو درپیش مشکلات کے ازالہ کے لیے سخت اقدامات عمل میں لا رہی ہے تاکہ مستقبل میں کسی قسم کے مسئلے سے باآسانی نبرد آزما ہوا جا سکے۔ اس سلسلے میں ترامیمی کوآپریٹو ایکٹ 1925ء نوید لے کر آیا ہے۔ ان سوسائٹیوں میں ہر قسم کی اجارہ داری اور بے ایمانی کے خاتمہ کے ساتھ صاف شفاف نظام قائم کیا گیا ہے۔ نئے ایکٹ میں سڑکوں، بجلی، ٹیلی فون، سیوریج اور دیگر کاموں کی تکمیل کی مدت مقرر کر دی گئی ہے۔ اگر کوئی بھی ہاؤسنگ سوسائٹی مقررہ وقت میں کام مکمل نہ کر پائے گی تو اس کو بھاری جرمانہ کیا جائے گا۔ ہاؤسنگ سوسائٹیوں کو سالانہ الیکشن اور آڈٹ مقررہ وقت پر کروانے کا پابند کر دیا گیا ہے۔ حکومت صوبے کی ایسی تمام ہاؤسنگ سکیموں کا بھی جائزہ لے رہی ہے جو پرکشش اور سنہری باغ دکھا کر لوگوں کو ان سکیموں میں زمین خریدنے کی ترغیب دے رہی ہیں۔ عوام کو بار بار آگاہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنا قیمتی سرمایہ ان سوسائٹیوں میں لگانے سے پہلے متعلقہ محکمہ جات سے ان سکیموں کے بارے میں معلومات حاصل کر لیں۔

حکومت نے صوبہ بھر کی کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹیوں میں قانونی، مالی و دیگر معاملات کی دیکھ بھال

کے لئے تعینات ایڈمنسٹریٹرز کو ہاؤسنگ سوسائٹیوں کے الیکشن کروانے کے بعد محکمہ میں رپورٹ کرنے کی ہدایت کی ہے۔ ایسی تمام ہاؤسنگ سوسائٹیوں کا قبلہ بھی درست کر دیا گیا ہے جو اپنے الاٹیوں کو سخت پریشان کر رہی تھیں۔ گزشتہ سال صوبہ کی مختلف کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹیوں میں عہدیداروں و اراکان کی طرف سے مالی بدعنوانیوں اور الاٹمنٹ میں گھپلوں اور دیگر شکایات کی بنا پر محکمہ کی طرف سے ایڈمنسٹریٹرز کی تعیناتی عمل میں لائی گئی تھی۔ ان ایڈمنسٹریٹرز نے اپنی تعیناتی کے دوران عوامی شکایات کے ازالہ کے لئے مناسب اقدامات کرنے کی سفارش کی تھی جس پر عمل درآمد کرتے ہوئے ان سوسائٹیوں کے خلاف کاروائی کی گئی۔ اب چونکہ ہاؤسنگ سوسائٹیوں کے معاملات درست ہو چکے ہیں، لہٰذا وہاں پر تعینات ایڈمنسٹریٹرز کو سوسائٹیوں کے الیکشن کروانے کے بعد معاملات آزاد انتظامیہ کے سپرد کرنے کے بعد محکمہ میں واپس رپورٹ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

صوبے کی تمام ہاؤسنگ سوسائٹیوں کے چیک اینڈ بیلنس کے نظام کو مزید وسعت دی جا رہی ہے تاکہ آئندہ کسی قسم کی بدعنوانی کی گنجائش باقی نہ رہے۔ اس سلسلے میں تمام ہاؤسنگ سوسائٹیوں کا آڈٹ بھی باقاعدگی سے کروایا جا رہا ہے۔ نئی کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹیوں کی رجسٹریشن پر تا حکم ثانی پابندی عائد ہے۔

کوآپریٹو ایکٹ 1925ء میں 31 ویں ترمیم کا قانون پاس ہو چکا ہے جس سے الاٹیوں کو پریشانی سے دوچار کرانے والی سوسائٹیوں کا محاسبہ ہوا ہے۔ آئندہ پرائیویٹ ہاؤسنگ سکیمیں منظوری کے بغیر کوآپریٹو کا لفظ استعمال نہ کر سکیں گی۔ رجسٹرار کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ کسی قسم کی شکایت پر ممبر کو فوری طور پر فارغ کر سکتا ہے۔ رجسٹرار کو یہ اختیار بھی دیا گیا ہے کہ وہ دو ماہرین ڈویلپمنٹ کو نامزد کرے جو ماہرانہ رائے کی بنا پر اپنی رپورٹ سوسائٹی کے بارے میں پیش کر سکے۔ کوئی بھی کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی اپنا رجسٹرڈ ایڈریس اس وقت تک تبدیل نہ کر سکے گی جب تک کہ وہ اخبارات اور پوسٹل ایڈریس کے ذریعے اپنے ممبران کو مطلع نہ کر دے۔ رجسٹرار سوسائٹی کے آڈٹ کے علاوہ اپنے آڈیٹر کے ذریعے بھی آڈٹ کروا سکے گا۔ کوئی بھی سوسائٹی مسلسل ایک آڈیٹر کو دو سال سے زیادہ نامزد نہ کر سکے گی جبکہ رجسٹرار کو اس بات کا بھی حق دیا گیا ہے کہ وہ خود سوسائٹی کی پراپرٹی، سیکورٹی اور دیگر فائلوں و کاغذات کو اچانک چیک کر سکتا ہے یا اس کے لئے اپنا نمائندہ تفویض کر سکتا ہے۔ اس وقت صوبہ میں کل رجسٹرڈ ہاؤسنگ سوسائٹیوں کی تعداد 268 ہے جن میں سے بائی لاز اپنانے والی سوسائٹیاں 145 اور انڈر لیکویڈیشن 37 ہیں۔ لاہور کی رجسٹرڈ سوسائٹیوں کی تعداد 151 ہے جن میں فنکشنل 117 اور نان فنکشنل 14 ہیں اور انڈر لیکویڈیشن سوسائٹیوں کی تعداد 20 ہے۔

حکومت نے تاریخ میں پہلی بار ہر سطح پر قانون سازی کی جس کی بنا پر ہر قسم کی بے ایمانی اور چور دروازوں کو ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا ہے۔ گزشتہ حکومتوں نے اگر اس وقت ان عوامل پر قانون سازی کر لی ہوتی تو کسی قسم کا سکینڈل ظہور پذیر نہ ہوتا۔ پنجاب حکومت نے کوآپریٹو ہاؤسنگ ایکٹ 1925ء میں تمام فرسودہ قوانین کو ختم کر کے اور عصر حاضر سے مطابقت نہ رکھنے والے قوانین میں ترامیم کر کے ثابت کر دیا کہ حکومت عوام کی فلاح و بہبود و ترقی پر یقین رکھتی ہے۔

حکومت نے صوبے کے پانچ بڑے شہروں میں قائم سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ، ٹاؤنز اور ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے لیے ماڈل بلڈنگ اینڈ ونگ ریگولیشنز کی تیاری شروع کر دی ہے۔ بڑے شہروں اور خصوصاً لاہور میں بے ہنگم طریقے سے بنائے جانے والے کمرشل پلازے اور دیگر بلند و بالا عمارتوں کی تعمیر کو کنٹرول کرنے کے لئے متعدد تجاویز مرتب کی جا رہی ہیں جس کے مطابق کثیر المنزلہ عمارتوں میں سکیورٹی اور سیفٹی کے لئے بھی ضابطے بنائے جائیں گے جبکہ ہائی رائزڈ بلڈنگوں کے ڈیزائن اور مضبوطی کے معاملات بھی پیش نظر رکھے جا رہے ہیں۔ بلڈنگ کنٹرول کے ضابطوں پر عمل درآمد یقینی بنانے کے لئے ایک موثر میکانزم وضع کیا جا رہا ہے۔

☆☆☆☆☆

مولانا محمد علی جوہر

عظیم سپوت

محمد طاہر بوستان

محمد علی جوہر کا نام ہر ہندوستانی وغیر ہندوستانی جانتا ہے۔آپ بنیادی طور پر سیاست کے مردِ میدان تھے لیکن دوسری طرف ادب،فلسفہ،علومِ اسلامی پر بھی قادر تھے۔آپ کی شخصیت جوشیلی تھی۔اور اپنی شخصیت کو ساری دنیا میں منوایا۔

مولانا محمد علی جوہر 5 1ذی الحجہ 1295ھ بمطابق 10دسمبر 1878ء کو بمقام ریاست رام پور (اترپردیش) میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد ماجد کا نام عبدالعلی خان تھا۔ان کا تعلق قبیلہ یوسف زئی کی ذیلی شاخ میر احمد خیل سے تھا۔پٹھانوں نے بہ حیثیت قوم، ہندوستان میں کئی ریاستیں قائم کیں۔ان میں اکثریت کی بنیاد قبیلہ یوسف زئی کے افراد کے ہاتھوں رکھی گئی تھی۔یعنی یوسف زئی عام طور پر اقتدار کے حصول کے لیے ہندوستان کا سفر کرتے تھے۔مولانا جوہر کے والد صاحب ہیضے کی بیماری کی وجہ سے 20اگست 1880ء کو انتقال کر گئے۔آپ کی اولاد مندرجہ ذیل تھی۔

(1)	بندے علی خان	(بیٹا)
(2)	نوازش علی خان	(بیٹا)
(3)	مولانا محمد علی جوہر	(بیٹا)
(4)	شوکت علی خان	(بیٹا)
(5)	ذوالفقار علی خان	(بیٹا)
(6)	محمدی بیگم	(بیٹی)

ذوالفقار علی خان نے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنی توجہ تبلیغ اسلام کی طرف کردی۔بعض لوگوں کا غلط خیال ہے کہ مولانا محمد علی جوہر قادیانی تھے۔ان کے بڑے بھائی ذوالفقار علی خان قادیانی تحریک میں شامل ہو گئے تھے اور اسی تحریک میں زیادہ مصروفیت کی وجہ سے والدین اور بھائیوں سے الگ رہے۔ بندے علی خان اور نوازش علی خان وفات پا گئے۔ مولانا شوکت علی خان نے مسلم کالج سے بی،اے کرنے کے بعد ملازمت اختیار کرلی۔مولانا محمد علی جوہر نے بریلی کے ایک مقامی ہائی اسکول میں جماعت ششم تک تعلیم پائی اس کے بعد 1894ء میں انٹر کا امتحان پاس کرنے کے بعد ایم،اے،او،کالج علی گڑھ سے 1898ء میں بی اے فرسٹ پوزیشن کے ساتھ کیا اور مزید تعلیم کے حصول کے لیے یورپ چلے گئے۔

آپ ساڑھے انیس برس کی عمر میں انگلستان کے سول سروس امتحان میں شرکت کے لیے گئے اور کئی سال تیاری کی بہت اخراجات برداشت کئے مگر بدقسمتی سے آپ آئی سی ایس امتحان میں ناکام رہے۔

ان کے بڑے بھائی ’’پائنیر‘‘ میں خبر سُن کر بہت رنجیدہ ہوئے مگر بی اماں نے یہ کہتے ہی مولانا صاحب کو بلوایا’’اگر خدانخواستہ وہ کافر یا مرتد ہوگیا ہوتا تو پھر ہماری حالت کیا ہوتی ؟ تین سال ہوئے اس کی منگیتر اس کا انتظار کررہی ہے‘‘۔

لہٰذا مولانا صاحب پھر رام پور تشریف لائے اور ریاست رام پور کے محکمہ تعلیمات میں انسپکٹر آف اسکولز کے عہدے پر فائز ہوگئے۔

1902ء میں مولانا صاحب ایک بار پھر چھٹی لے کر بی اے کا امتحان دینے آکسفورڈ گئے۔ کیوں کہ پہلے جو طلبہ ہندوستان سے بی اے کر کے جاتے، انہیں وہاں دوبارہ بی اے کرنا پڑتا تھا۔

1903ء میں مولانا محمد علی جوہرؔ نے رام پور کے انسپکٹر سکولز کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔ مولانا کی شادی اُن کے چچازاد بھائی کی صاحب زادی امجدی بانو سے ہوئی اور شادی کے بعد امجدی بیگم کہلانے لگیں۔

اس کے بعد مولانا صاحب صحافت سے گہری دلچسپی کے باعث ''کامریڈ'' اخبار نکالنے کی تیاری کرنے لگے۔ 14 جنوری 1911ء کو کلکتہ سے کامریڈ کا پہلا پرچہ نکلا اور بعد میں یہ اخبار 1914ء کے آخر میں پریس ایکٹ کے تحت بند ہو گیا اور یوں کامریڈ کا پہلا دور اختتام پذیر ہو گیا۔ مولانا محمد علی جوہرؔ کا اس زمانہ میں لاہور کے چیف کورٹ میں کامریڈ کا مقدمہ بھی چل رہا تھا۔ مقدمے میں حاضری اور بیانات وغیرہ دینے کے ساتھ ساتھ آپ نے ایک اور اخبار ''ہمدرد'' کے لیے بھی کاوشیں شروع کر دی تھیں۔

''ہمدرد'' کے ساتھ صحافت شروع کرنے کے بارے میں مولانا صاحب لکھتے ہیں۔ ''ہمدرد'' جاری کرنے کا خیال، کوئی فی البدیہہ نتیجۂ فکر نہیں کہ وزن اور قافیہ کے قالب میں ڈھل کر ذرا دیر میں احباب کی مجلس میں ہلچل ڈال دے۔ کسی گھبرائے ہوئے دل کا عارضی جذبہ نہیں جسے قوتِ واہمہ پلک مارتے صورت کا لباس پہنا کر موجود کر دے بلکہ یہ نتیجہ ہے اخباری دنیا میں عرصے تک رہ نوردی کرنے سینکڑوں ٹھوکریں کھانے اور بہت سے نشیب و فراز دیکھنے کا، قوم کی زندگی کا خلوت کدوں سے لے کر بازاروں تک مطالعہ کرنے کا۔ ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ قوم کے لیے ایک ایسا رفیقِ سفر تیار کر دیں جو منزلِ مقصود کو دور سے نہ دکھائے بلکہ گم گشتگانِ راہ کے ساتھ برہنہ پا ہو کر ایسے قصے کو پیدا کریں جو اصل داستان کو الف لیلہ کی طرح روز سنایا کرے اور جب تک قوم کی فلاکت اور نکبت ختم نہ ہو یہ داستان بھی ختم نہ ہو۔

اور یوں فروری 1913ء سے آخر مئی 1913ء تک نقیب ''ہمدرد'' نکلا۔ جون 1913ء سے اصلی ''ہمدرد'' نکلنا شروع ہوا مولانا صاحب نے اس اعلیٰ شان اور ایسی آن بان کے ساتھ ''ہمدرد'' چلایا کہ اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ یہ ہندوستان کا وہ پہلا روزنامہ تھا جس نے براہ راست عالمی نیوز ایجنسیوں ایسوسی ایٹڈ پریس (Associated Press) اور (Writer) کی خدمات حاصل کی تھیں۔

''ہمدرد'' کی مقبولیت کے بارے میں مولانا عبدالماجد دریا آبادی لکھتے ہیں۔

''کامریڈ کی دھوم تو مچی ہوئی تھی ہمدرد نکلا تو اس کی بھی دھوم مچ گئی۔ بڑے چھوٹے سب کے سب گرویدہ''

مولانا محمد علی جوہرؔ کا نظریۂ تعلیم

مولانا محمد علی جوہرؔ جس طرح سیاسی راہ نما، ملت اسلامیہ کے قائد، شعلہ بردار مقرر ممتاز شاعر بے باک صحافی اور سچے مسلمان تھے اسی طرح وہ ایک ماہرِ تعلیم بھی تھے۔ لہٰذا تعلیم کے بارے میں خالص اسلامی و قومی زاویۂ نظر رکھتے تھے اور انہی اصولوں پر انہوں نے جامعہ ملیۂ اسلامیہ کی بنیاد رکھی۔ مولانا صاحب کا نظریۂ تعلیم ''قرآن پاک سے گہری واقفیت ایک ضرورت'' کے تحت تھا۔ وہ سچے اور پکے مسلمان پیدا کرنا چاہتے تھے جو اسلامی جذبہ سے سرشار ہو کر اپنے حقوق کے لیے لڑ سکیں۔ مولانا صاحب تعلیم کے دینی پہلو کے بعد تعلیم کو دیسی زبان میں عام کرنے پر زور دیتے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ''مختلف علوم کی تعلیم و تدریس کے لیے ایک غیر ملکی زبان اختیار کرنا ایک غلامانہ تصور ہے''۔

یہ الگ بات تھی کہ آپ یورپی زبانوں کے خلاف بھی نہ تھے۔ وہ یہ بھی فرماتے تھے کہ ''ثانوی منزل میں اسکول کے طالب علموں کو کسی بھی یورپی زبان کا مطالعہ کرنا چاہیے لیکن ذریعہ تعلیم غیر زبان میں نہ ہو''۔

مولانا محمد علی جوہرؔ کی شخصیت کے

بارے میں یہ فیصلہ کرنا کہ آپ کس حد تک ایک سیاسی لیڈر کس حد تک اعلیٰ پائے کے مقرر صحافی، ادیب، شاعر اور ماہر تعلیم تھے، بڑا مشکل کام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو شعرو شاعری سے لے کر مذہب و سیاسیات کے جملہ میدانوں میں مرد مجاہد بنایا تھا۔ مولانا محمد علی جوہر کی فصاحت بیان تقاریر مندرجہ ذیل مقامات پر کی گئیں اور ان کو بے حد سراہا گیا۔

(1) تقریر 28 دسمبر 1902ء اجلاس ایجوکیشنل کانفرنس بمقام دہلی (نواب وقار الملک کی تائید میں)

(2) تقریر دسمبر 1904ء اجلاس ایجوکیشنل کانفرنس بمقام لکھنو

(3) تقریر 1905ء اجلاس ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ

(4) تقریر دسمبر 1907ء اجلاس ایجوکیشنل کانفرنس بمقام کراچی

(5) تقریر 28 دسمبر 1928ء اجلاس ایجوکیشنل کانفرنس مدارس۔

مولانا محمد علی جوہر بہ حیثیت شاعر

مولانا صاحب ایک اعلیٰ درجے کے شاعر بھی تھے۔ ان کی شاعری کا مجموعہ "کلام جوہر" کے نام سے شائع ہوا تھا آپ کی شاعری کی خوبی تو یہ ہے کہ یہ عوام کی شاعری ہے اس میں آورد کہیں نہیں آمد ہی آمد نظر آتی ہے۔

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

آپ کی عمر کا زیادہ تر حصہ قید میں گزرا اور انگریزوں کے قہر کا شکار رہے اس لیے لکھتے ہیں۔

قید اور قید بھی تنہائی کی
شرم رہ جائے شکیبائی کی

مولانا صاحب جیل میں سیاسی طور پر قید تھے جب بیٹی کی سخت علالت کی اطلاع ملی تو باپ ہونے کی حیثیت سے مولانا بیٹی کو صحت یاب دیکھنا چاہتے تھے۔ لیکن بہ حیثیت مسلمان انہیں وہی منظور ہے جو خُدا کو منظور ہے۔

میں ہوں مجبور پر اللہ تو مجبور نہیں
تجھ سے دور سہی وہ تو مگر دور نہیں
تیری صحت ہمیں مطلوب ہے لیکن اُس کو
نہیں منظور، تو پھر ہم کو بھی منظور نہیں
تو تو مردوں کو جلا سکتا ہے قرآن میں کیا
تخرج الحی من المیّت مذکور نہیں
تیری قدرت سے خُدایا تیری رحمت کم نہیں
آمنہ بھی جو شفا پائے تو کچھ دور نہیں

مولانا صاحب کی آزادی کے لیے کاوشیں

علی برادران اتحاد بین الاسلامی کے داعی تھے۔ سید جمال الدین افغانی کے بعد انہی بھائیوں نے اس آواز کو بلند کیا۔ مسلمان ہندوستان میں اقلیت کی حیثیت رکھتے تھے۔ مولانا محمد علی جوہر کے علم اور تدبر اور دوررس نگاہوں نے تحریک خلافت میں ہندوؤں کو بھی شامل کر دکھایا۔ مولانا صاحب مسلمانوں کی جُداگانہ ہستی تسلیم کرانے کے لیے کھڑے ہوئے۔ اس غرض سے 1904ء میں مسلم لیگ کی جو بنیاد ڈالی گئی تھی، مولانا صاحب اس کے بانیوں میں سے ہوگئے۔ اور یوں آزادی کی اس کوشش میں مصروف رہنے لگے۔

1919ء میں بیتول جیل سے رہائی کے بعد مولانا صاحب امرتسر کے آل انڈیا کانگریس کے اجلاس میں پہنچے اور وہیں ہندوستان کی آزادی کا مطالبہ پیش کیا۔

1930ء میں ممبئی میں آل انڈیا مسلم کانفرنس کا اجلاس ہوا۔ جس نے وائسرائے کے اعلان پر طمانیت کا اظہار کیا۔ کانگریسی رویہ کے متعلق مسلمانوں کے ردعمل کی ترجمانی مولانا مرحوم نے کی۔ آپ نے اس اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"ہم گاندھی جی کے ساتھ اشتراک عمل نہیں کریں گے"۔

برطانیہ کی حکومت ریشمی رومال تحریک کے ثبوت مل جانے کے بعد اس کو کچلنے کے لیے جارحانہ رویہ پر اُتر آئی۔ 1914ء میں

مکہ میں شیخ الہند محمود حسن اور ان کے چار ساتھیوں کو گرفتار کرلیا اور انگریزوں کے حوالے کر دیا اور ہندوستان میں مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی، ابوالکلام آزاد اور ظفر علی خان کو حکومت کے خلاف بغاوت کے جرم میں نظر بند کر دیا گیا۔ دراصل یہ انگریز حکومت کیخلاف بغاوت نہ تھی بلکہ ہندوستان کی منصفانہ تقسیم کے لیے عملی کوشش تھی۔ مولانا کا کہنا تھا۔ ''آزادی یا موت'' اور ان دونوں میں سے انہیں آزادی نہیں ملی۔

مولانا محمد علی جوہر انگریز سے کسی مسئلے میں بھی تعاون کرنا پسند نہیں کرتے تھے گاندھی جی کو مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی نے ساتھ لے کر ہندوستانی دورے شروع کیے۔ ہندستانی چونکہ انگریزوں سے پہلے ناراض تھے۔ لہٰذا ان کی آواز پر وکلاء نے پریکٹس بند کر دی ملازمین نے ملازمتیں چھوڑ دیں۔

صباح الدین عبدالرحمن لکھتے ہیں :

''کانگریس کی تنظیم پرانی ضرور تھی لیکن علی برادران نے خلافت کمیٹی کی تنظیم عوامی پیانے پر اس زبردست طریقے پر کی کہ کانگریس کی تنظیم اُس وقت اِس کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی''۔

مولانا محمد علی جوہر کی سیاسی خدمات کو اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو کم نہیں ہیں۔ اپنی خدمات کو بجالا کر وہ لندن گول میز کانفرنس کے لیے مرض الرگ کی حالت میں شرکت کرنے تشریف لے گئے۔ مولانا صاحب نے گول میز کانفرنس میں طویل علالت کے باوجود اپنی تقریر کی اور انگریزی سامراج کو دوٹوک الفاظ میں یہ فرمایا'' میں اپنے ملک میں اسی حالت میں واپس جاؤں گا جب میرے ہاتھ میں آزادی کا پروانہ ہوگا تو آپ کو ہندوستان کو آزادی دینی ہوگی یا آزاد ملک میں میرے لیے قبر کی جگہ''۔

یوں اس عظیم فرزند اسلام نے انگریزوں کے سامنے اپنا سر نہیں جھکایا اور ان کے ارادوں کو ہمیشہ کے لیے ملیا میٹ کر کے دکھایا اور خود اس ملک کی ترقی و بقا کے لیے موت کا انتخاب کرتے ہوئے ہائیڈ پارک ہوٹل لندن میں 4 جنوری 1931ء کو انتقال کر گئے۔

مولانا صاحب ہندوستان کیا پورے برصغیر، یورپی ممالک میں اپنا لوہا منوا چکے ہیں۔ آپ کا نام اُن سو100 عظیم شخصیات میں شمار ہوتا ہے جنہوں نے زندہ رہتے ہوئے اپنے کمالات کو بام عروج پر پہنچایا تھا۔

عورت اور حجاب

اکرم سحر فارانی

دنیا میں مشکل ترین کام اگر کوئی ہے تو وہ عورت کی تربیت ہے۔ جس پر نظامِ عالم کا اِنحصار اگر نہیں تو اقوامِ عالم کی ترقی کا انحصار ضرور ہے۔ عورت کا کام صرف اولاد پیدا کرنا ہی نہیں بلکہ وہ اپنے گھر کی خود مختار ملکہ اپنے خاوند کی رفیق شریکِ حیات، اپنے بچوں کی شفیق ترین ماں اور اپنے پڑوسیوں کی ہمدرد ہے سچ تو یہ ہے کہ عورت کی تربیت سے قوموں کا انقلاب وابستہ ہے۔

مسلمان ہونے کے بعد عورت پر جو پابندیاں عائد ہوتی ہیں اپنے لباس کو اسلامی اُصولوں کے مطابق ڈھالنا بھی ان میں سے ایک ہے۔ مسلمان عورت کے لئے پردے کے متعلق قرآن پاک میں واضح احکامات موجود ہیں، پردہ مسلمان عورت کو عیسائی، یہودی اور دیگر مذاہب کی عورتوں کے مقابلے میں انفرادی حیثیت اور فضیلت عطا کرتا ہے۔ اپنے حیادار لباس میں ملبوس عورت کسی بھی مذہب یا معاشرے میں امتیازی شناخت کی مالک ہوتی ہے۔ مسلمان عورت کی عظمت اور وقار کا مزید مظاہرہ اس رویئے سے ہوتا ہے جو وہ عام سماجی روابط میں اختیار کرتی ہے۔

سورۂ نور میں ارشادِ ربانی ہے۔ ''اے نبی ﷺ مومن عورتوں سے کہہ دو اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں اور بناؤ سنگھار نہ دکھائیں اور اپنے سینوں پر اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں۔''

اس کے برعکس مغربی عورت کو بچپن ہی سے یہ سکھایا جاتا ہے۔ کہ زندگی کے میدان میں خوبصورت، مقبولِ عام اور پُرکشش نظر آنا ہی کامیابی ہے جو عورتیں اس وجہ سے فکر مند رہتی ہیں کہ کہیں ان کی بیٹیاں یہ کامیابیاں حاصل کرنے میں ناکام نہ رہ جائیں وہ معصوم بچیوں کو بچپن میں ہی جنسی جذبات بھڑکانے والے لباس اور کاسمیٹکس استعمال کروانا شروع کردیتی ہیں جس کے نتیجہ میں ان معصوم بچیوں سے معصومیت چھن جاتی ہے اور ذہنوں میں نسوانی عجیب خیالات اور نمائشی جذبات نشو ونما پانے لگتے ہیں۔

اسلام دینِ فطرت ہے اس لئے تمام انسانی فطری تقاضوں کو نہ صرف سمجھتا ہے بلکہ پورا بھی کرتا ہے اور ایسا طرزِ زندگی اپنانے کا درس دیتا ہے جس میں تمام برائیاں اور ان کے اصل محرک ختم ہوجائیں۔ پردہ کے حکم میں یہ مصلحت پوشیدہ ہے کہ جب لڑکیاں اور جوان عورتیں غیر اسلامی وضع قطع میں گھر سے نکلیں اور بناؤ سنگار منظر عام پر لائیں تو اوباش نوجوانوں کی ٹولیاں ان کے آگے پیچھے پھرتی ہیں اس سے یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ غیر اسلامی وضع قطع بنا کر اور بناؤ سنگھار کر کے بازاروں میں پھرنا شیطان کا ساتھ دینے کے مترادف ہے۔

مسلمان عورت مغربی عورت کی طرح اپنے حسن کے گھمنڈ اور نمائش کے مرض میں مبتلا نہیں ہوسکتی کیونکہ اس کا حسن اور خوبصورتی ہر کس و ناکس کے لئے نہیں ہے مگر افسوس کہ کچھ بعض عورتوں کے تقدس کو مغربی تہذیب کے عفریت نے ڈس لیا ہے۔ یہ اسی زہر کا اثر ہے کہ عورتوں کے بدن کا لباس روز بروز مختصر ہوتا جا رہا ہے اور وہ اپنی نیم عریانی کی وجہ سے بازار میں سجے ہوئے شوپیس بن کر رہ گئی ہیں یہ لبرل خواتین محض مغرب کی تقلید میں مشرقی نظام معاشرت میں کیڑے نکالتی ہیں اور مغربی

تہذیب کی نمود و نمائش اور پرچار کر کے کئی گھرانوں کی تباہی کا باعث بن رہی ہیں! انہیں اس بارے میں مزید غور و فکر سے کام لینا چاہئے۔ مرد اس قدر بے حس ہو چکے ہیں کہ عورتوں کی اس بے باکی اور غیر اسلامی سرگرمیوں پر تین حرف بھیجنے کی بجائے ان کی پیٹھ ٹھونکتے ہیں ہر ذی ہوش اور غیرت مند پاکستانی کی نگاہیں یہ سوال کرتی ہیں۔

خونِ دل ہے آرزو کا لہو!
رُخ پہ غازے کا رنگ سا کیا ہے
تن پہ چادر نہ رُخ پہ تیرے نقاب
بنتِ مشرق تجھے ہوا کیا ہے

امیر پیسے کی دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش میں ہیں اور غریب نانِ جویں کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہے کوئی بھی تو نہیں جو مغرب زدہ بنتِ مشرق کو جھنجھوڑ کر کہے کہ جاگ، ایسی بے جا سماجی پابندیوں کے خلاف لڑنا تیرا حق ہے جو عورت کو ناخواندہ، پسماندہ اور عضوِ معطل بنا دیں لیکن بقول شاعر۔

ڈوبنا تیرا مقدر نہیں مغرب پہ نہ جا
بن کے سورج تجھے مشرق سے اُبھرنا ہوگا

جوش ملیح آبادی فرماتے ہیں۔

دخترِ انِ مغربی کو دے نہ عورت کا خطاب
یہ مجسّم ہو گئے ہیں کچھ گنہگاروں کے خواب

عورت کی بے باکی اور نام نہاد آزادی کا یہ فائدہ ضرور ہوا ہے کہ ایسی عورت جس دفتر میں کسی کام کے لئے جائے صاحب اختیار آگ سے پانی ہو جاتے ہیں اور وہ کام جو مرد ایک سال کی سعی پیہم سے بھی نہیں کر پاتے وہ کام آناً فاناً ہو جاتا ہے۔ موجودہ دور کی بے رہروی اور اخلاقی بے حسی ہر دیدہ ور اور محبِ وطن پاکستانی کے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔ سوچنا یہ ہے کہ ہم سب کہاں تک اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوتے ہیں۔ نمود و نمائش فیشن پرستی، پردے سے بے زاری اور دیگر معاشرتی برائیوں نے عورت سے مشرقی تقدس چھین لیا ہے اور وہ حقیقی فرائض سے غافل ہوتی جا رہی ہے۔ کیا ان حالات میں بہترین اسلامی فلاحی معاشرے کا تصور کیا جا سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

مرد بیچارے کیا کریں۔ بیگمات کے سامنے اُن کی تین، پانچ چہ معنی دارد۔ اب تو یہ حال ہے کہ جوان بہن بھائی ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے اس شانِ بے نیازی اور بے تکلفی سے بازاروں میں گھومتے پھرتے نظر آتے ہیں کہ دیکھنے والا ان کے باہمی رشتے کا صحیح تعین نہیں کر سکتا۔ باہمی رشتے کا تقدس تو اس وقت یاد آتا ہے جب کوئی بھکاری کہے۔ سلام باؤ جی اللہ جوڑی سلامت رکھے اللہ پتر دیوے۔ پھر دونوں کی آنکھوں میں شرمندگی آ جاتی ہے اور وہ بھکاری کو غصے سے گھورنے لگتے ہیں۔ بھلا اس میں بھکاری بے چارے کا کیا قصور ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہئے۔

☆☆☆☆☆

مسلمان سائنسدان اور فلکیات

بشریٰ بخاری

مسلمانوں سے پہلے یونانیوں کا خیال یہ تھا کہ زمین کائنات کے مرکز میں واقع ہے۔سورج چاند اور ستارے اس کے گرد دائروں کی صورت میں گردش کر رہے ہیں یہ خیال مشہور یونانی ہیئت دان بطلیموس نے اپنی کتاب المجسطی میں پیش کیا تھا۔مسلمان سب سے پہلے اس خیال سے آگاہ ہوئے لیکن جلد ہی انہوں نے محسوس کیا کہ کائنات کے اس تصور میں بڑی خامیاں ہیں اور فلکیاتی مشاہدات اس کا ساتھ نہیں دیتے۔چنانچہ بہت سے مسلمان سائنس دانوں نے المجسطی کی شرحیں لکھیں تو ان میں بطلیموس کے نظریے پر اپنے اعتراضات بیان کیے۔انہوں نے نظام فلکی کی وضاحت کے لیے نئے تصورات پیش کیے ان کی مدد سے اعتراضات ختم ہو سکتے تھے گیارھویں صدی میں ابوریحان البیرونی نے اپنی بہت سی تحریروں میں اس بات کا امکان ظاہر کیا کہ نظام فلکی کے درمیان میں زمین نہیں بلکہ سورج واقع ہے۔اور زمین اور دوسرے سیارے سورج کے گرد حرکت کرتے ہیں۔نیز سیاروں کی حرکت کا مدار دائرے کی شکل کا نہیں بلکہ بیضوی ہے۔اس نظریے کو ماننے سے وہ مشکلات دور ہو جاتی ہیں جو بطلیموس کے نظریے سے پیدا ہوتی ہیں۔البیرونی کے ہم عصر ابوسعید الجزی نے فلکی حسابات کا آلہ اصطرلاب اسی اصول پر بنایا چونکہ یہ لوگ اس نظریے پر مبنی نظام شمسی کا پورا ماڈل پیش نہ کر سکے اور بعد کے ہیئت دانوں کو اس قدر انقلابی بات کہنے کی جرأت نہ ہوئی اس لیے اس نظریے کی دریافت کا سہرا سولھویں صدی کے سائنس دان کوپرنیکس کے سر باندھا جاتا ہے حالانکہ اس کا اصلی حق دار البیرونی ہے۔

یونانیوں کا خیال یہ تھا کہ ستارے غیر متحرک اور زمین سے برابر فاصلے پر واقع ہیں۔مسلمانوں نے اس نظریے کو غلط قرار دیا۔انہوں نے ستاروں کی حرکت کا گہرا مطالعہ کیا۔آسمان کے نقشے بنائے اور ستاروں کے نام رکھے جو آج کل بھی عربی نام سے جانے جاتے ہیں۔

دسویں صدی میں ابوالوخانے چاند کی حرکی نظریات میں خامیاں پائیں اور ان کے حل کے لیے مساوات پیش کی۔اس کی اس دریافت کو چھ سو سال بعد یورپی سائنس دان ٹاگو براہے نے پیش کر دیا۔آج اہل یورپ اسی کو اس کا دریافت کنندہ سمجھتے ہیں فلکیات کے میدان میں عرب سائنس دانوں میں ایک بڑا نام محمد بن جاجر البتانی کا ہے۔اس نے بعض اہم تصورات پیش کیے۔وہ آج تک صحیح مانے جاتے ہیں۔البتانی کا ایک اہم مشاہدہ یہ تھا کہ سال کے مختلف حصوں میں ستاروں کے درمیان فاصلوں میں معمولی تبدیلی ہو جاتی ہے اس کا سبب اس نے یہ قرار دیا کہ قریبی ستارے دور کے ستاروں کی نسبت ہمیں تیزی سے حرکت کرتے نظر آتے ہیں۔اس اختلاف منظر کی وجہ سے ان کا باہمی فاصلہ کم و بیش ہوتا نظر آتا ہے۔یہ وہی مشاہدہ ہے جو ہم کسی تیز رفتار گاڑی میں سفر کرتے ہوئے کرتے ہیں۔ہمیں قریب کی چیزیں پیچھے کو اور دور کی چیزیں آگے کو حرکت کرتی نظر آتی ہیں۔یہ کیفیت اختلاف منظر کہلاتی ہے۔البتانی کی رہنمائی اسی اصول کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔اسے بیسویں صدی کے سائنسدان آئن سٹائن نے اپنے نظریۂ

اضافت میں پیش ہے

البتانی کا دوسرا اہم مشاہدہ تھا کہ سورج جب زمین سے دور ترین پوزیشن میں ہوتا ہے تو وہ گذشتہ سالوں کی پوزیشن پر نہیں ہوتا بلکہ یہ پوزیشن ہر سال بدلتی رہتی ہے اس مشاہدے کی روشنی میں البیرونی نے زمین کے مدار کو بیضوی انڈے کی شکل کا قرار دیا۔ اس کی مدد سے انیسویں صدی میں لیونارڈیولر نے یہ نظریہ پیش کیا کہ سورج کی حرکت کا مدار ایک سپرنگ کی طرح ہے جس کا کوئی حلقہ پہلے حلقے کے اوپر نہیں آتا بلکہ اس سے قدرے ہٹا ہوا ہوتا ہے۔ البتانی نے شمسی سال کی مقدار 365 دن 5 گھنٹے 46 منٹ نکالی۔ اس میں اور آج کی معلومات میں 2 منٹ 22 سیکنڈ کا فرق ہے اور البتانی نے یہ بھی دریافت کیا کہ 21 مارچ اور 23 ستمبر کو کرۂ ارض پر رات اور دن برابر ہوتے ہیں۔

بارھویں صدی میں سلطان ملک شاہ سلجوقی نے عمر خیام کو کیلنڈر تیار کرنے کا حکم دیا۔ اس کی تیاری کے سلسلے میں اس سائنس دان نے شمسی سال کی جو مقدار معلوم کی اس میں اور آج کی معلومات میں صرف 11 سیکنڈ کا فرق ہے۔ عمر خیام کے کیلنڈر التاریخ الجلالی میں ہر 33 سالوں میں آٹھ لیپ کے سال آتے ہیں۔ (جن میں فروری 29 دن کا ہوتا ہے) اس طرح گریگوری کے نظام میں جس پر مروجہ عیسوی کیلنڈر مبنی ہے۔ 3330 سالوں میں ایک دن کی غلطی واقع ہوتی ہے جب کہ عمر خیام کے کیلنڈر میں ایک دن کی غلطی 5000 سالوں میں ہوتی ہے۔ اسی لیے مغربی مصنفین بھی یہ ماننے پر مجبور ہیں کہ عمر خیام کا کیلنڈر اس عیسوی کیلنڈر سے زیادہ صحیح ہے جو آج رائج ہے۔

مسلمان ہیئت دانوں نے کسانوں کے لیے موسمی کیلنڈر کو بھی رواج دیا۔ اس کو المناخ (یعنی آب و ہوا) کہا جاتا تھا۔ مغربی ممالک نے یہ روایت برقرار رکھی۔ ان کے ہاں آج کسانوں کے المناخ تیار کیے جاتے ہیں۔

اصطرلاب مسلمانوں کا ایجاد کردہ کمپیوٹر تھا۔ اس میں کرۂ آسمانی کو ایک ہموار سطح کی صورت میں پلیٹوں پر کندہ کر لیا جاتا تھا۔ ان کو وقت اور جگہ کے لحاظ سے حرکت دے کر بہت سی معلومات حاصل کر لی جاتی تھیں، مثلاً مختلف ستاروں اور سیاروں کے طلوع و غروب کے اوقات، فلکی اجسام کی بلندی، وقت وغیرہ۔ یہی آلہ کنوؤں کی گہرائی، پہاڑوں کی بلندی اور فاصلہ ناپنے میں بھی استعمال کیا جاتا تھا۔

☆☆☆☆☆

سلسلہ وار

صحرائے چولستان

بلال احمد

چار ہزار سال قبل مسیح کی بات ہے۔ کہ خطہ چولستان کے وسط میں دریائے سرسوتی بڑی آب و تاب کے ساتھ بہا کرتا تھا۔اس کو دریائے ہاکڑہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔اس دریا کے خشک ہونے کا واقعہ یہ ہے کہ سدھو تھیٹر کی جانب سے کالے بادل اُٹھے زمین و آسمان تک چھا گئے مگر وہ بادل نہ تھے بلکہ دریا کی خوفناک لہروں کے ریلے تھے جن کے اثرات سے خطہ صحرا میں تبدیل ہو گیا چولستان میں دریائے ہاکڑہ کی تین سو لمبی خشک راہ گزر تواتر کے ساتھ موجود ہے اس پاٹ میں گھونگے اور سیپیاں دبے ہوئے ہیں اگر حاصل ساڑھوجہ کہ بہاولنگر کا قدیم نام ہے، سے کوٹ سبزل تک جائیں تو وہاں دریائے ھاکڑہ کا پرانا پاٹ نظر آئے گا۔اس کے کنارے تقریباً دس پندرہ میل کے پٹی میں چار سو سات کھنڈرات کے اثرات ملتے ہیں جو کہ اندازاً ایک سے چار سال قبل مسیح پرانے ہیں یہ معدوم و مدفون بستیاں زمانہ قدیم کے چرواہوں کی تھیں یہ دریائے ھاکڑہ کے خشک ہونے سے تباہ ہوئی ہیں۔

دریائے ھاکڑہ کے خشک ہونے سے چولستان کا خطہ صحرا میں تبدیل ہو گیا اور آس پاس کی ہر شے کو ریت میں تبدیل کر دیا چولستان کے موجود صحرائی علاقے اور قدیم جغرافیائی حد بندیوں کو پیشِ نظر رکھیں تو یہ معلوم ہوگا کہ یہ خطہ زمین مغرب میں تھر اور جنوب مشرق میں راجپوتانہ کے وسیع صحرا کے درمیان پڑتا ہے اس لئے اس کو چولو یعنی درمیان کا علاقہ کہا جانے لگا جو کہ رفتہ رفتہ چولستان ہو گیا۔

صحرائے چولستان کا رقبہ 10399 مربع میل ہے یہ مشرق مغرب کی طرف پھیلا ہوا ہے۔اس میں صوبہ پنجاب کے بہاولپور ڈویژن کے تین اضلاع بہاولنگر، بہاولپور اور رحیم یار خان کے علاقے شامل ہیں یہ صحرا بہاولپور کے 6854 مربع میل پر پھیلا ہوا ہے اس کے شمال میں دریائے ستلج، جنوب میں دریائے سندھ کا زرعی علاقہ مشرق و جنوب میں اس صحرا کے آخری کنارے بھارت کی سرحد سے جا ملتے ہیں سرحد سے پرے راجستھان کے صحرائی سلسلے پھیلے ہوئے ہیں جس کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

1۔صحرائے کبیر۔

یہ علاقہ جنوب سے دور چلا گیا ہے اور گریٹر چولستان یا صحرائے کبیر کے نام سے مشہور ہے اس کی سطح بلند اور زمین ریتلی ہے۔اس کا رقبہ 7000 مربع میل ہے اس کو روہی بھی کہا جاتا ہے۔یہاں کی زمین چٹانی ہے یہاں پر گڑھے ہیں جنہیں ٹوئے کہا جاتا ہے اگر ان کو سال میں ایک مرتبہ لبالب بھر دیا جائے تو پانی کا ذخیرہ محفوظ ہو سکتا ہے۔

یہاں پر جنگلی حیات ہرن، نکور اور بھوکر جھاڑیاں موجود ہیں اس صحرا میں آباد لوگ باقی دنیا سے منقطع ہو کر رہتے ہیں ان کا گزر بسر بارش کے پانی کو ذخیرہ کر کے ہوتا ہے۔

2۔صحرائے صغیر۔

چولستان کا نشیبی علاقہ ہے جو تقریباً تین ہزار مربع میل پر محیط ہے اس کی سطح نیچی ہے بعض مقامات پر طویل میدان بھی پائے جاتے ہیں جنہیں مقامی زبان میں ڈھر کہا جاتا ہے ان میں چونا دار دریائی مٹی ہے چولستان میں سخت

گرمی اور سردی پڑتی ہے گرمیوں کی دوپہر ناقابلِ برداشت ہے البتہ صبح و شام کے لمحے بڑے خوشگوار ہوتے ہیں۔ بارش کی شرح چار انچ سالانہ ہے اس صحرا کے مغربی وشمالی حصے میں مجلیے بھی ہیں جن کی شکلیں صحرائی ہواؤں کے چلنے سے تبدیل ہوتی رہتی ہیں ان کو متحرک ٹیلے بھی کہا جاتا ہے ان کی پہچان یہ ہے کہ ان کی بالائی سطح ننگی ہوگی اور ان پر کھپ اور پھول اُگے ہوئے ہوں گے۔ ان ٹیلوں کے ایک طرف ریت اور دوسری طرف پیالہ نما گھاؤ ہوتے ہیں۔ یہ تقریباً 11505000 ایکڑ پر پھیلے ہوئے ہیں چولستان کے ڈھیر ہموار میدان دور سے سراب کا منظر پیش کرتے ہیں اس صحرا میں جنگلی حیات بھی پائی جاتی ہے۔ اس کو محفوظ کرنے کے لئے لال سوھانزا پارک کے نام کا چڑیا گھر بنایا گیا ہے۔ 1759ء میں اُس وقت کے امیر بہاولپور نے صحرائے چولستان کو اپنی ریاست میں شامل کر کے اس کو زرخیز بنانے کے لئے دریائے ستلج سے نہریں نکالی تھیں۔ 14 اگست 1947ء کو برصغیر کی تقسیم کے نتیجے میں ریاست بہاولپور نے پاکستان سے الحاق کر لیا اور یہ صحرا بھی پاکستان میں شامل ہوگیا۔ 800 سال قبل تعمیر کیا جانے والا مشہور قلعہ دراوڑ صحرائے چولستان میں واقع ہے اور زبوں حالی کے باوجود سیاحوں کے لئے آج بھی ایک پُرکشش مقام کی حیثیت رکھتا ہے۔ 1733ء سے یہ قلعہ ریاست بہاولپور کے حکمرانوں کے زیرِ استعمال رہا جنھوں نے اس کی آب وتاب کو قائم رکھنے کے لئے اس میں کچھ تبدیلیاں کیں۔ 1955ء میں وحدت مغربی پاکستان کے بعد ریاست بہاولپور حکومت پاکستان میں شامل ہوگئی اور 1966ء میں بہاولپور کے آخری فرمادا سر صادق محمد خامس عباسی کی وفات کے بعد یہ قلعہ خالی کر دیا گیا۔ متعلقہ محکموں کی عدم توجہی کے باعث یہ قلعہ تباہی کے دھانے پر پہنچ گیا ہے اُمید ہے کہ صوبائی حکومت نے اس علاقہ کی ترقی کے لئے جو چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی قائم کی ہے وہ اپنے تمام وسائل بروئے کار لاکر اس کی عظمتِ رفتہ کو بحال کردے گی کیونکہ یہ علاقے کی ثقافت کا مظہر ہے۔ یہ صحرا بھی اپنے دامن میں ماضی کے رسم و رواج عوامی کہانیاں سموئے ہوئے ہے۔

☆☆☆☆☆

امتحانات میں اعلیٰ کامیابی

کیلئے چند کارگر اور مفید باتیں

صوبیدار میجر (ر) حاجی محمد رزاق

تعلیم کے عمل اور امتحانی نظام کا چولی دامن کا ساتھ ہے، تعلیم میں امتحان کو بہت اہمیت حاصل ہے، اسناد، اعزازات، انعامات اور ناکامیوں کا سارا انحصار امتحان میں کارکردگی اور امتحانی نتائج پر ہے، لیکن امتحان لینے اور امتحان دینے کے عمل میں بہت سے عناصر ایسے ہیں جو بسا اوقات خلاف توقع نتائج واثرات سے ہمکنار ہوتے ہیں، امتحانات کے نظام میں کچھ خامیاں ایسی بھی ہیں جن کے باعث بعض اوقات ذہین اور فطین بچے اپنے حق سے محروم رہ جاتے ہیں اور ان کے مقابلے میں متوسط درجے کے طلبہ اعلیٰ نتائج سے سرفراز ہوتے ہیں۔ امتحان سے متعلق آج ان امور پر بات چیت کریں گے جو ہمارے طلبہ میں امتحان کو قبول کرنے ،مروج طرز کے امتحانات کو برداشت کرنے اور امتحان کے خوف سے نجات دلانے میں مددگار ثابت ہوسکیں۔

امتحان دینا بھی ایک طرح کی مہارت ہے اگر خوف وہراس اور اعصابی تناؤ کے تحت امتحان دیا جائے تو یقیناً یہ بہتر نتائج کا حامل نہ ہوگا۔ اس کے برخلاف اگر امتحان کو معمول کی رسمی کارروائی سمجھ کر اور تعلیمی سرگرمیوں کا حصہ سمجھ کر سنجیدگی اور خوش مزاجی سے گزارا جائے تو توقع کی جاسکتی ہے کہ نتائج نسبتاً بہتر ہوں گے اور صحت پر بھی اس کے ناگوار اثرات مرتب نہ ہو پائیں گے۔

سب سے پہلی بات جو میں اپنے عزیز طلبہ کو بطور نصیحت بتانا پسند کروں گا وہ یہ ہے کہ پورے تعلیمی دورانیے کو ایک منظم نظام الاوقات میں تقسیم کر کے نصاب کو ایسے حصوں میں بانٹ کر روزانہ، ہفتہ وار، ماہوار اور سہ ماہی اجزاء کو باقاعدگی سے مطالعہ کرتے رہیں تاکہ عین امتحان کے قریب جا کر الجھن نہ بنے، ایک زریں اصول اپنائیں کہ آج کا کام کل کے لیے نہ چھوڑیں، اس طرح کام بوجھ بھی نہیں بنے گا اور دلجمعی سے تیاری جاری رہے گی، جہاں کسی شادی ،تقریب' تہوار یا میلے کی وجہ سے ناغہ ہو جائے اسے اگلے دو تین دنوں میں پورا کر لیا جائے ،امتحانی عرصہ میں بہر حال پڑھائی کا بوجھ کم سے کم ہو۔

دوسری بات جو بہت اہم معلوم ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ نظام الاوقات مرتب کرتے وقت مشکل مضامین کو ایسا وقت دیں جب آپ کا ذہن تھکا ہوا نہ ہو، آپ تازہ دم ہوں اور صلاحیتیں اپنے عروج پر ہوں جن مضامین میں آپ کی دلچسپی زیادہ ہے انہیں ان اوقات میں تفویض کریں جب آپ تھکے ہوئے ہوتے ہیں دلچسپی کے باعث تھکن بھی دور ہو جائے گی اور آسان مضمون ہونے کے سبب تیاری میں دقت نہ ہوگی۔

مشہور مقولہ: ''اتنا کھاؤ جو ہضم کر سکو اور اتنا پڑھو جسے جذب کر سکو'' لہٰذا یہ بات بھی ضروری ہے کہ بہت زیادہ ذہنی تھکاوٹ میں ذہن پر مزید بوجھ ڈالنا نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے۔

ایک اور ضروری بات یہ ہے کہ بعض مضامین طلبہ کو دلچسپی سے خالی معلوم ہوتے ہیں۔ خشک اور بے جان مضامین کے نصاب میں الجھن پیدا ہوتی ہے تو درسی کتاب سے ہٹ کر ان موضوعات پر دیگر کتب کا مطالعہ کریں ممکن ہے آپ کو ان کتب میں ایسے مصنف کی تحریر یا تحریریں مل جائیں کہ آپ کی کوفت ختم ہو جائے اس طرح دلچسپی بھی بڑھے گی اور دشواریاں بھی رفو چکر ہو جائیں گی۔ پھر درسی مواد پر نظر ڈالیں گے تو یقیناً بوریت پہلے سے کم اور دلچسپی قدرے زیادہ ہوگی۔ پھر بھی مسئلہ جوں کا توں رہے تو اپنے اساتذہ اور سینئر طلبہ سے اپنے مسئلہ کا ذکر کریں یقیناً کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا۔

ایک بہت بڑی نصیحت یہ ہے مسلسل محنت کیجئے، اللہ پاک کسی کی محنت رائیگاں نہیں جانے دیتے۔ پوری تندہی، لگن، خلوص اور باقاعدگی سے محنت کیجئے، چند استثنائی مثالوں کو چھوڑ کر اللہ پاک نے سب انسانوں کو صلاحیتوں سے مالا مال کیا ہے یہ الگ بحث ہے کہ بعض لوگ مخصوص اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں اور منفرد مقام رکھتے ہیں لیکن عمومی صلاحیتیں تو ہر شخص کے حصہ میں آتی ہیں ان صلاحیتوں سے بھرپور استفادہ کر کے اور سال بھر سنجیدگی سے محنت کر کے نہ صرف یہ کہ اہداف آسانی سے حاصل کیے جا سکتے ہیں بلکہ امتحان کا خوف بھی زائل ہو جاتا ہے۔

کچھ لوگ خود کو کتابوں تک محدود کر لیتے ہیں ان کا اوڑھنا بچھونا ہی مطالعہ ہے اگرچہ یہ ایک اعزاز ہے۔ قائداعظمؒ جیسے عظیم لوگ ریل کے سفر میں مطالعہ کی کتب ساتھ رکھتے تھے۔ ہٹلر کے پاس حوالات میں ان کا ملازم روزانہ ضرورت کے مطابق کتابیں بگھی میں لاد کر لاتا تھا۔ لیکن طالب علم کے لیے اعتدال کے ساتھ مطالعہ مفید ثابت ہوتا ہے۔ غیر نصابی سرگرمیوں میں حصہ لینا، کھیل کود کے لیے تھوڑا وقت نکالنا، سیر و تفریح کرنا، دوستوں سے ملاقاتیں کرنا، رسائل اور جرائد دیکھنا، صحت و صفائی کا خیال رکھنا یہ سب عناصر طلبہ کی صحت، جسمانی نشوونما اور عمومی معاشرتی سوجھ بوجھ کے لیے ضروری ہیں اور ماہرین کا یہ خیال بالکل درست ہے کہ صحتمند جسم میں ذہن کی نشوونما اور ذہنی ترقی کا عمل زیادہ بہتر ہوتا ہے لہٰذا ہر مشغلے کو مناسب وقت دینا بھی ازبس ضروری ہے۔ بزرگوں کا قول ہے "کھیل کے وقت کھیلو پڑھنے کے وقت پڑھو"۔

ایک بات ذہن میں رکھیے کہ مطالعہ کے دوران ان امور پر نشان لگاتے جائیے جو آپ کی نظروں میں اہم ہیں الگ سے نوٹس تیار کرنا بھی مفید عمل ہے۔ جو امتحان کے قریب یکبارگی دیکھنے سے بہت سے فوائد سے ہمکنار کرتے ہیں، حافظہ کو بہتر بنانے کے لئے متوازن غذا لیجئے، رات کا کھانا مختصر اور زود ہضم ہو، بیٹھ کر پڑھنے اور بیٹھنے کا انداز ایسا ہرگز نہ ہو کہ اعضاء تھکن سے متاثر ہوں اور نہ اتنی آرام دہ نشست ہو کہ قبل از وقت نیند کا غلبہ ہو جائے لیٹ کر پڑھنا یا ٹیک لگا کر پڑھنا سخت نقصان دہ ہے۔ اس سے نظر کمزور ہوتی ہے اور ذہن میں کچھ باقی نہیں رہتا۔ سردی اور گرمی کے موسم میں معمولات میں تبدیلی کرنا ناگزیر ہے لیکن ایسی تبدیلیاں نہ کی جائیں جو روزمرہ کے مقرر کردہ معمولات پر اثر انداز ہوں مثلاً سردیوں میں رضائی اوڑھ کر بیٹھنا کاہلی اور خواب آوری کا سبب ہوگا اور مجوزہ کام مکمل نہ ہو سکے گا اسی طرح گرمیوں میں رات کو دیر تک بیٹھے رہنے سے صحت پر بڑا اثر ہو سکتا ہے۔ رات گئے تک مطالعہ کر کے دن کے کاموں میں خلل ڈالنا دانشمندی کے خلاف ہے۔ دواؤں کے استعمال میں بھی بہت احتیاط برتیں نیند بھگانے والی ادویہ کے ذیلی اثرات بہت خطرناک ہو سکتے ہیں۔

طلبہ اپنی نصابی کتابوں کو ہر صورت میں اولیت دیں کسی بھی اضافی کتاب کا اس قدر مطالعہ جو نصاب سے متعلقہ کتب کی راہ میں حائل ہو قطعی نقصان دہ ہے کوئی چیز یاد کرنا آسان کام نہیں خاص طور پر تاریخ کی طرز کے مضامین جن میں واقعات کا ایسا تسلسل پایا جاتا ہے جو تکرار محسوس ہوتا ہے تو طلبہ رٹہ لگانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اس سے اجتناب کریں، حالات و واقعات کو بار بار مختلف وقفوں سے

پڑھیں، پھر واقعات کو ایک ترتیب دیں کتاب بند کر کے ذہن میں دہرائیں، پھر وقفہ کر کے دوبارہ پڑھیں، ایک ہی وقت میں بار بار پڑھنے سے اکتاہٹ پیدا ہوتی ہے۔ جو عدم دلچسپی کا باعث بن سکتی ہے۔ جو واقعات آپ کو زیادہ پسند آئیں اپنے بھائی بہنوں اور دوستوں کو اپنے الفاظ اور اپنی مقامی زبان میں کہانی کی صورت میں سنائیں سب کچھ ذہن نشین ہو جائے گا۔ تاریخ میں سالوں کا یاد کرنا ایک الجھن ہوتی ہے۔ واقعات کو سالوں کی زمانی ترتیب سے فہرست کی شکل دیں اور سالوں کے ساتھ ساتھ واقعات کی شہ سرخیوں کا ایک ایک ربط قائم کریں صرف ایک مثال۔ مثلاً آپ نے 1906ء لکھا، اس کے سامنے مسلم لیگ Muslim League کا قیام انگریزی میں مسلم لیگ کے چھ چھ حروف ہیں۔ یہ مطابقت ذہن میں بٹھائیں اور اسی طرح ہر سال کے ساتھ ایک مطابقت قائم کرتے جائیں، دلچسپی پیدا ہوگی، کھیل کھیل میں سبق ازبر ہو جائے گا۔

امتحان کے شروع ہونے سے پہلے اپنا خود امتحان لیں۔ آپ نے کس قدر نصاب پر دسترس حاصل کر لی ہے اگر کچھ حصہ باقی ہے تو اس کی عین امتحان کے قریب فکر کرنا بے سود ہوگا۔ اب اس باقی ماندہ حصہ میں الجھ کر آموختہ حصہ بھول جائے گا جن ابواب کی اچھی طرح تیاری ہو چکی ہے انہی کا اعادہ کریں اور سکون سے ان پر توجہ دیں وہی کامیابی کے لئے کافی ہو سکتے ہیں، خود سے سوال کریں جوابات پر غور کریں۔ جو چیزیں حافظے سے محو ہو چکی ہیں انہیں ایک دوبارہ دہرائیں۔

امتحان شروع ہونے سے چند روز قبل لکھنے کی ریہرسل شروع کر دیں۔ تاکہ لکھائی کی رفتار اور روانی میں بہتری پیدا ہو اور کمرہ امتحان میں سست رفتاری کے باعث آموختہ سوالات کو نہ لکھ سکنے کے صدمہ سے دوچار نہ ہونا پڑے نیز یہ کہ شکستہ تحریر کی بدولت ممتحن حضرات آپ کی لکھائی کو پڑھنے سے قاصر ہو کر آپ کو مناسب مواد کے باوجود پورے نمبر نہ دے پائیں۔

پچھلے تین چار سالوں کے امتحانی پرچوں کو ضرور دیکھیں، پرچوں کے طرز پر غور کریں اس سلسلہ میں اساتذہ سے مشورہ بھی کریں، گذشتہ سالوں میں کامیاب ہونے والے طلبہ سے بھی رہنمائی حاصل کریں تاکہ پرچہ جات کے سوالات سے اجنبیت نہ رہے۔ اگر آپ پوری منصوبہ بندی سے پورے تعلیمی دورانیے میں مسلسل محنت کرتے رہے ہیں تو امتحان ایک دلچسپ تجربہ محسوس ہوگا۔ کمرہ امتحان میں داخل ہونے کے بعد آپ خود کو اس عمل کا ایک حصہ سمجھیں گے اور ذہنی انتشار نام کی کوئی چیز آپ کے قریب پھٹکنے نہ پائے گی۔

امتحانی پرچہ حل کرنے کے لئے ان امور کو ملحوظ رکھیے۔

1۔ سوالات پر مشتمل پرچہ کو غور سے پڑھیے، جلد بازی نہ کیجئے۔ سوالات میں کیا پوچھا گیا ہے؟ اس پر ضرور توجہ دیں۔ "سوال گندم جواب جو" والا معاملہ نہ صرف وقت کا ضیاع ہے بلکہ نتائج پر برے اثرات ڈالتا ہے۔

2۔ پرچہ پڑھ لینے کے بعد آسان سوالات کا انتخاب کیجیے ہر طالب علم کا اپنا ایک سطحی معیار ہے ضروری نہیں کہ جو سوال مجھے آسان محسوس ہو میرے دوسرے ساتھی کے لئے بھی آسان ہو۔ پہلے اُن سوالات کے جواب لکھیے جو آپ کو اچھی طرح یاد ہیں۔ ان میں بھی نسبتاً بہتر کو بہتر سے پہلے، ایک ترتیب پہلے سے متعین کریں۔ پھر لکھنا شروع کریں۔

3۔ یہ کام اگرچہ ذرا مشکل ہے لیکن گھڑی پر بھی نظر رہے آپ کے پاس محدود وقت ہے اور اسی محدود وقت کو اس طرح سے استعمال کرنا ہے کہ سب سوالات کے جوابات احاطۂ تحریر میں آ جائیں۔ فرض کریں آپ کے پرچے میں 20,20 نمبروں کے پانچ سوالات ہیں آپ نے آدھا وقت ایک سوال کے حل کرنے میں لگا دیا تو باقی جوابات یقیناً یا تو ضرورت سے زیادہ مختصر کرنے پڑیں گے یا ایک دو سوال رہ جائیں گے۔ جب بالفرض آپ صرف 60 نمبروں کا

کل پرچہ کرپاتے ہیں تو یقیناً آپ اس کے مقابلے میں کم نمبر لیں گے جب آپ پورا پرچہ حل کرسکتے لہٰذا اس اصول پر عمل کریں کہ وقت اور نمبروں کی تقسیم میں ایک موزوں تناسب رہے۔

4۔سوال کی نوعیت کو ضرور سمجھئے، اکثر دیکھا گیا ہے کہ مختصر جوابات والے کسی سوال میں دس اجزاء ہوتے ہیں ہر جزو کا ایک نمبر ہوتا ہے اور طلبہ ایک ایک جزو کے جواب میں پورے پورے صفحے لکھ دیتے ہیں۔ وقت بھی ضائع ہوتا ہے اور ممکن ہے "To the Point"۔ جواب ممتحن کو نظر ہی نہ آسکے۔

5۔انشائیہ طرز کے جوابات کو شہ سرخیوں سے ترتیب دینا مفید عمل ہے، بڑی سرخیوں کے ساتھ ساتھ ذیلی سرخیاں دے کر مزید معیاری کام کیا جاسکتا ہے۔ تاہم ان میں مناسب ربط اور تسلسل بہت ضروری ہے۔

6۔اپنے جوابات کیلئے وقت کو اس طرح تقسیم کیجئے کہ پرچے کا وقت ختم ہونے سے قبل آپ کے پاس اتنا وقت ضرور بچ جائے کہ آپ اپنے جوابات پر نظر ثانی کرسکیں۔ بعض اوقات معمولی سی غلطی بھی نمبروں کے حصول میں بڑے نقصان کا باعث بن سکتی ہے۔

7۔تمام وقت میں آپ کو پُرسکون رہنا چاہیے ایک سوال کا جواب لکھتے ہوئے آپ فراموشی یا تھکان کے باعث یہ سمجھتے ہیں کہ ذہنی استعداد ساتھ نہیں دے رہی ہے تو متوقع جواب کے باقی حصہ کے لیے خالی جگہ چھوڑ کر اگلا جواب نئے صفحے سے شروع کردیں تاکہ الجھن کا شکار ہوکر باقی سوالات نہ رہ جائیں اس چھوڑے ہوئے جواب کو بعد میں مکمل کرلیں جب دیگر جوابات کا مواد جو آپ کے ذہن میں امڈا چلا آرہا تھا جوابی کاپی پر منتقل ہوچکا ہے اور آپ کا ذہن مطمئن ہوکر الجھے ہوئے جوابات کو لکھنے کے لئے فارغ اور پُرسکون ہوچکا ہے۔

8۔امتحان کے دنوں میں ایسے مشاغل یکسر ترک کردیں جو نیند کے غلبے یا ذہنی تھکاوٹ کا باعث بن سکتے ہیں۔

9۔صحت اور غذا کا خیال رکھیں اور اگر گھر میں یا رشتہ داروں میں کوئی ناگہانی صورت حال پیدا ہوجائے تو اس کا زیادہ اثر نہ لیں۔

10۔امتحانی عملے سے تعاون کریں تاکہ آپ بلاوجہ ان کی ناراضی مول لے کر خود ہی تناؤ کا شکار نہ ہوجائیں۔

مُلّا نصیرالدین کا کوٹ

فرخندہ لودھی

کبھی کبھی کسی چیز کی اہمیت انسان سے بڑھ جاتی ہے اور وہ خود کو بے وقعت محسوس کرنے لگتا ہے۔ اس تحریر کے دونوں پہلو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیے۔

ہمارے دوست ملک ترکی میں مُلّا نصیرالدین اور انکے کوٹ کی کہانی بہت مقبول ہے۔ مُلّا نصیرالدین ترکی کے ایک شہر میں رہتے تھے اور اپنی دانائی اور علم کے سبب پورے ملک میں مشہور تھے۔ وہ ایک مدرسے میں بچوں کو درس بھی دیتے تھے اور شہر کی جامع مسجد میں امامت بھی کراتے تھے۔ وہ ظرافت سے کام لیتے تھے۔ خود ہنستے تھے اور دوسروں کو ہنساتے تھے۔ اس طرح لطیفوں اور چٹکلوں میں وہ دانشوری کی بے شمار باتیں اپنے اہلِ وطن کو سکھا دیتے تھے۔ انگور کی بیلوں میں گھرا ہوا مسجد کا صحن ان کی دنیا تھی اور وہ اس دنیا میں نہایت مطمئن تھے۔

ایک دن شام کے وقت مُلّا نصیرالدین اپنے کھیتوں میں اپنا کام ختم کرنے کے بعد گدھے پر سوار ہو کر گھر لوٹ رہے تھے کہ ان کی ملاقات اپنے ہمسائے سے ہوئی۔

''السلامُ علیکم!'' مُلّا نے ہنستے ہوئے کہا ''میرا خیال ہے بن سنور کر کہیں دعوت اڑانے جا رہے ہو؟''

ہمسائے نے رُک کر جواب دیا

''واہ مُلّا جی بھول گئے ...... آج شہر کے مشہور سوداگر خلیل کے ہاں دعوت ہے انہوں نے آپ کو بھی تو بلایا ہے ...... دیکھو ...... سورج غروب ہونے کو ہے، پہلے ہی کافی دیر ہو چکی ہے اس لئے فوراً چلیئے۔''

''اللہ رحم'' مُلّا نصیرالدین نے کہا ''میں تو سچ مچ بھول گیا۔ چلو، اب دیر کا ہے کی ...... میں بھی تمھارے ساتھ ہی چلتا ہوں۔'' یہ کہہ کر مُلّا نصیرالدین نے اپنے گدھے کی باگیں موڑیں اور اپنے ہمسائے کے ساتھ چلنے لگے۔

دن بھر کی مشقت سے مُلّا جی کی حالت خراب تھی۔ کپڑے میلے ہو چکے تھے چہرے اور ہاتھوں پر مٹی کی تہہ جمی ہوئی تھی۔ اسی حالت میں وہ سوداگر خلیل کے مہمان خانے میں پہنچ گئے۔

مُلّا جی مہمانوں کو ملنے کے لئے اِدھر اُدھر گھوم رہے تھے۔ وہ کسی کو بلانے کی کوشش کرتے تو کسی کو ہنسانے کی۔ لیکن عجیب بات یہ تھی کہ مہمان ان کی پرواہ نہیں کر رہے تھے۔ جو لوگ ان کو اچھی طرح جانتے تھے اور ان کے گہرے دوست رہے تھے وہ بھی ان سے پہلو بچا کر گزر رہے تھے اور سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ تھی کہ خود میزبان یعنی سوداگر خلیل ان کی طرف کوئی توجہ نہیں دے رہا تھا۔ جب کھانا چُنا گیا تو سوداگر نے اپنے ایک ایک مہمان کو خود کھانا کھانے کی دعوت دی لیکن مُلّا بے چارے کو پوچھا تک نہیں۔ اب مُلّا نصیرالدین حیران و پریشان ایک دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑے ہو گئے اور تماشا دیکھنے لگے۔ انہوں نے خلیل کو مخاطب کر کے کہا:

''پیارے دوست! تم نے آج شاندار دعوت کا اہتمام کیا خدا تمہیں اس مہمان نوازی کا اچھا ...... بہت اچھا صلہ دے۔''

لیکن اس بات کا بھی میزبان پر کوئی

اثر نہ ہوا وہ تو اپنے امیر کبیر اور شاندار لباس والے مہمانوں کی طرف توجہ دے رہا تھا۔ اسے کیا کہ ایک مُلا دیوار کے ساتھ لگا کھڑا ہے اور اس سے کچھ کہہ رہا ہے۔ خلیل بار بار ان کے سامنے سے گزرتا تھا مگر ان کو دیکھتا تک نہ تھا۔ یہ دیکھ کر مُلّا نصیرالدین کو سچ مچ رنج ہوا۔ چہرے کی مسکراہٹ غائب ہوگئی۔ اب انہیں اپنی پرانی میلی صدری کا خیال آیا۔ ان کی قمیض میں جگہ جگہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ پاجامہ بھی گھسا پھٹا تھا، جوتوں کی حالت تو اور بھی بدتر تھی۔ وہ کپڑے نہ صرف پھٹے پرانے تھے بلکہ کیچڑ میں بھی لت پت تھے۔ ہاتھوں پر کھیت کی مٹی کی تہیں جمی ہوئی تھیں۔ اپنے کپڑوں کو غور سے دیکھنے کے بعد مُلّا نصیرالدین چپکے سے دعوت کے کمرے سے باہر نکل گئے اور اپنے گدھے پر سوار ہو کر گھر کی راہ لی۔

گھر میں ان کی بیوی ان کا بے چینی سے انتظار کر رہی تھی۔ اسے یاد تھا کہ آج مُلّا نصیرالدین کو خلیل کے ہاں دعوت پر جانا ہے۔ اس نے مُلا جی کے بہترین کپڑے نکال کر استری وغیرہ کر کے تیار کر رکھے تھے۔ مُلّا نصیرالدین اکثر دعوتوں میں یہی لباس پہن کر جایا کرتے تھے گرم پانی، صابن، تولیہ وغیرہ تیار رکھا تھا کہ جونہی نصیرالدین آئیں منہ ہاتھ دھو کر کپڑے بدل لیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دعوت میں جانے میں دیر ہو جائے لیکن جوں جوں شام کی تاریکی پھیلنے لگی اور مُلّا آتے دکھائی نہ دیے تو بیوی پریشان ہوگئی۔ خدا خیر کرے کوئی حادثہ تو نہیں ہوگیا؟

"تو آ پہنچے مولوی صاحب"

مُلّا نصیرالدین جلدی جلدی تیار ہونے لگے۔ رگڑ رگڑ کر منہ دھویا یہاں تک کہ وہ چمکنے لگا۔ صابن مل مل کر ہاتھ دھوئے یہاں تک کہ وہ اتنے نرم اور ملائم ہوگئے جیسے کسی شہزادے کے۔ بالوں کی اتنی بار کنگھی کی کہ وہ چمکنے لگے۔

پھر بہترین کوٹ پہنا۔ زری دوز جوتے پہنے بہترین پگڑی باندھی۔ بیوی پاس کھڑی ان کو دیکھ کر خوش ہوتی رہی۔ وہ ان کی تعریفیں بھی کرتی جا رہی تھی کہ کپڑے بدلنے کے بعد تو وہ کوئی دوسرے ہی مُلّا نصیرالدین بن گئے میلے کچیلے نصیرالدین سے بالکل مختلف جو چیتھڑوں میں لپٹے گدھے پر سوار گھر آئے تھے نئے مُلّا نصیرالدین اعتماد کے ساتھ سر اٹھائے گھر سے نکلے اور رعونت سے پیدل چلتے ہوئے سوداگر کے محل میں داخل ہوئے۔ راہ چلتے لوگ مڑ مڑ کر مُلّا نصیرالدین کو دیکھ رہے تھے۔ اچھے لباس نے ان کی شخصیت کو چار چاند لگا دیے تھے۔

جب مُلا نصیرالدین سوداگر خلیل کے مہمان خانے کے دروازے پر پہنچے تو ملازموں نے آگے بڑھ کر ان کے لئے دروازہ کھولا اور جھک جھک کر سلام کیا۔ پھر اپنے ساتھ لے جا کر طعام گاہ میں پہنچا دیا۔ خلیل نے مُلّا نصیرالدین کو دیکھا تو استقبال کے لئے آگے بڑھا اور مُلّا نصیرالدین کو لے جا کر معزز مہمانوں والے دسترخوان پر بٹھا دیا۔ اب معزز مہمان بھی ان کی طرف دیکھ دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ مُلّا نصیرالدین بھی ان کے ساتھ ہنس ہنس کر باتیں کرنے لگے۔ ان کے سامنے خاص مہمانوں کے لیے تیار کیے گئے طرح طرح کے کھانے چُن دیے گئے۔ سوداگر کے ملازم مُلّا کی خدمت کے لئے ان کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے تا کہ جس چیز کی ضرورت ہو فوراً مہیا کریں۔

دوسرے لوگ اب قہوہ اور کافی پی رہے تھے اور خشک میوہ کھا رہے تھے۔ گپ شپ ہو رہی تھی۔ مُلّا نصیرالدین اپنے لطیفوں اور چٹکلوں کی وجہ سے سب کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے تھے۔

مُلّا نصیرالدین کو جب یقین ہوگیا کہ تمام مہمان پوری طرح ان کی طرف متوجہ ہیں تو انہوں نے پلاؤ کا ایک چمچ بھرا اور منہ میں ڈالنے کی بجائے اپنے کوٹ کی اندر کی جیب میں ڈال لیا اور کہا:

"کھا ...... میرے کوٹ کھا ...... یہ دعوت تیری ہی ہے۔"

مہمان انہیں حیرت سے دیکھنے لگے۔ لیکن مُلّا نصیرالدین اپنے کوٹ کو کھانا کھلاتے گئے۔

"کھاؤ بڑا اچھا پلاؤ ہے...... کھاؤ۔"

جب مُلّا نصیرالدین کے کوٹ کی ایک جیب بھر

گئی تو وہ دوسری جیب میں پلاؤ ڈالنے لگے۔

''اچھا...... پنیر بھی ...... لیجئے حضور! حاضر ہے۔'' مُلاّ نے نرمی سے کوٹ سے پوچھا۔

''انجیر بھی ہے، اچار چاہیے ......سب کچھ ہے۔آپ تناول تو فرمایئے۔''

مُلاّ اپنے کوٹ سے باتیں کئے جارہے تھے اور دل ہی دل میں لوگوں کی حیرت اور بے چینی پر خوش ہو رہے تھے۔

خلیل کو تو یقین ہو چلا تھا کہ اس کا دوست دیوانہ ہو گیا ہے اس نے مُلاّ کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا:

''مُلاّ بتاؤ تو سہی کیا بات ہے؟ کبھی آپ جیسے عقل مند آدمی کو اس طرح کوٹ کو کھلاتے پلاتے نہیں دیکھا۔''

مُلا نصیرالدین نے نہایت بھولپن سے خلیل کی طرف دیکھا اور کہا:

''دوست! تم نے کوٹ ہی کو تو دعوت دی ہے مجھے تو نہیں بلایا۔کچھ ہی دیر پہلے جب میں اپنے پھٹے پرانے کپڑوں میں آیا تو تم نے مجھے دیکھا تک نہیں۔میرے لئے کسی دسترخوان پر جگہ نہ تھی اور اب میں اچھا لباس پہن کر آیا ہوں تو تم نے مجھے بہترین دسترخوان پر بٹھایا ہے۔تمہارے نوکر میرے حکم کے منتظر کھڑے ہیں۔معزز مہمان مجھ سے مزے مزے کی باتیں کر رہے ہیں ......اس سے میں اور کیا نتیجہ نکالوں؟ میرا خیال ہے یہ میری نہیں، میرے کوٹ کی عزت افزائی ہے۔'' یہ سن کر خلیل شرمندہ ہو گیا اور مُلاّ سے معافی مانگی۔محفل میں موجود باقی لوگ بھی مُلا نصیرالدین سے نظریں چُرانے لگے تھے۔

افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر
کرتے ہیں خطاب آخر اٹھتے ہیں حجاب آخر
احوالِ محبت میں کچھ فرق نہیں ایسا
سوز و تب و تاب اوّل سوز و تب و تاب آخر!

(بالِ جبریل)

ضمیر

شعیب امیر

آج کا دن انجم کے لئے پھر بہت بھاری تھا۔ پہلے ہی پیریڈ میں پروفیسر الیاس صاحب نے اس کا نام پکارا تو پوری کلاس کے دبے دبے قہقہوں سے الیاس صاحب کو اور بھی تاؤ آ گیا اور جونہی انہوں نے اپنی عینک کے سفید شیشوں سے گھورتے ہوئے دیکھا تو ایک دم سنجیدہ ہو گئے۔ خود انجم کا مارے خوف کے یہ حال تھا کہ جیسے کاٹو تو جسم میں خون نہ ہو۔ مڈٹرم ٹیسٹ میں انتہائی کم نمبر لینے پر وہ مارے شرم سے زمین میں گڑے جا رہا تھا۔ الیاس صاحب کی تیز اور تیکھی نظریں اسے اپنے جسم سے پار ہوتے محسوس ہو رہی تھیں۔

''میں نہیں جانتا کہ تم کیسے سدھرو گے!!'' الیاس صاحب کے لہجے میں سرزنش، شکوہ اور دُکھ سب سمٹ آئے تھے۔ اگلے پیریڈ میں خواجہ صاحب کلاس میں آئے تو انہوں نے بھی انجم کی ناقص کارکردگی پر دُکھ کا اظہار کیا اور اس کے ہمیشہ کی طرح فیل ہونے پر غصہ پی کر رہ گئے۔ اُردو کے پیریڈ میں تو انتہا ہو گئی۔ پروفیسر عبدالحق صاحب نے بظاہر کوئی سخت لفظ تو استعمال نہ کیا۔ لیکن اپنے مخصوص انداز میں جس سے بڑے بڑوں کا پتہ پانی ہو جاتا ہے، جب بات شروع کی تو انجم بالکل ہی بے بس ہو گیا۔ انہوں نے جوابی کاپی اُسے تھماتے ہوئے سنجیدگی اور ملائمت کے ساتھ گہرے طنز کی بوچھاڑ کی تو انجم بالکل سہم گیا۔ حق صاحب نے گہری نظروں سے اس کا جائزہ لیتے ہوئے بڑی درمندی سے کہا۔

''برخوردار آپ نے تشریح کرتے ہوئے شعراء کے جو لتے لئے ہیں اس کی داد میں ضرور دوں گا۔ لیکن بہتر ہو گا کہ آپ ان بزرگوں پر رحم کریں اور صرف ان کے خیالات کی ترجمانی کیا کریں۔ کچھ زیادہ نہیں تو میؔر پر ضرور ترس کھائیں کم از کم انہیں زیرِ زمین تو آرام سے رہنے دیں۔''

عبدالحق صاحب کو جلد ہی انجم کی بے بسی کا احساس ہو گیا تھا اس لئے انہوں نے پرچہ تھما کر اسے فوراً بٹھا دیا۔ ورنہ میؔر کی توہین انہیں کب برداشت تھی۔ اب پوری کلاس حق صاحب کی طرح انجم کو قابلِ رحم نظروں سے دیکھ رہی تھی جو سر جھکائے اپنی سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ مڈ ٹرم ٹیسٹ میں وہ جس شرمناک حد تک ناکام ہوا تھا اس کے باعث بھی پروفیسرز اُس سے نالاں تھے۔ انجم کے لئے یہ کوئی پہلا موقع نہ تھا۔ اس کی کام سے عدم دلچسپی اور ناقص کارکردگی پر اس سے پہلے بھی کئی بار اس کی اچھی خاصی جواب طلبی ہو چکی تھی۔ ایک دو بار تو اس کی مسلسل غیر حاضری اور مایوس کن تعلیمی حالت سے آگاہی کے لئے اس کے ابا جان کو بھی کالج بلوایا جا چکا تھا لیکن وہ کچھ ایسی ڈھیٹ مٹی کا بنا ہوا تھا کہ کسی بات کا اس پر اثر نہ ہوتا تھا اور اب تو یہ عالم تھا کہ خود اس کے بہت قریبی دوست بھی اسے سمجھا کر عاجز آ چکے تھے اور اس سے کترانے لگے تھے۔ چُھٹی کے وقت جو وہ گھر کو رخصت ہوا تو بہت مضمحل اور تھکا تھکا سا تھا۔ کالج کے مین گیٹ پر جب وہ اپنی موٹر بائیک اسٹارٹ کرنے کو تھا تو اس کی ملاقات پروفیسر گلریز صاحب سے ہو گئی۔ انہوں نے اسے آواز دی اور اس غیر معمولی تھکن اور اضمحلال کا پوچھا تو انجم جو صبح سے ضبط کئے ہوئے تھا برداشت نہ کر سکا اور

پھوں پھوں کرنے لگا۔گریز صاحب کی مانند اردگرد کھڑے لڑکے بھی پریشان ہو گئے۔گریز صاحب نے انتہائی شفقت سے اس کے کاندھے کو تھپتھپایا،اسے دلاسہ دیا پورے انہاک سے اس کی بات سنی اور محنت کی تلقین کرتے ہوئے رخصت کر دیا۔

انجم اپنے اندر کی ٹوٹ پھوٹ سے چور تھکن اور غم سے نڈھال جب گھر میں داخل ہوا تو اس کی والدہ کا دل دھک سے رہ گیا۔ انہوں نے محبت بھرے انداز میں اس کی خیریت دریافت کی۔اسے کھانے کا پوچھا،لیکن انجم نے انکار میں سر ہلا دیا اور کچھ کہے سنے بغیر اپنے کمرے میں چلا گیا اور کسی تھکے ہارے مسافر کی طرح دھپ سے بستر پر گر گیا۔بہت دیر تک وہ بے سدھ لیٹا اپنی سوچوں سے الجھتا چھت کو گھورتا رہا اور جب یکبارگی اس نے کروٹ بدلی تو الماری سے لگے قد آدم آئینے میں اپنا سراپا دیکھ کر چونک اٹھا۔اسے آئینے میں خود اپنا سراپا ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ سجائے گھورتے محسوس ہوا۔

''کون ہو تم......اور یوں گھورنے کا مطلب؟'' وہ دیوانوں کی طرح چیخا۔

جواب ملا'' میں وہی ہوں جسے تم نے پہچاننے کی کوشش نہیں کی......اور نفرت ہے مجھے اس حالت سے۔''

''تم کیوں مجھے پریشان کر رہے ہو؟'' انجم کے لہجے میں احتجاج اور غصہ دونوں کی آمیزش تھی۔

''اس لئے کہ تم میرا خیال نہیں رکھتے۔''

انجم ششدر رہ گیا اور تقریباً چیخنے کے انداز میں دھاڑا۔

''کیوں جھوٹ بولتے ہو؛گزشتہ اٹھارہ سال سے میں تمہارا ہی تو خیال رکھتا رہا ہوں۔ہر وقت تمہارے آرام اور خوشی کو مقدم رکھتا ہوں ،پھر بھی تمہیں گلہ ہے کہ تمہارا خیال نہیں رکھا جاتا۔''

جواب آیا......''تم جسے خیال رکھنا کہتے ہو وہ محض تمہاری عادت ہے جو تمہاری مجبوری ہے......یا یوں کہو کہ تم محض وقت گزاری کے لئے سب کچھ کرتے ہو۔تمہیں نہ تو میری ضرورتوں کا خیال ہے اور نہ میری خوشیوں کی پرواہ۔حالانکہ اگر تم میرا خیال رکھتے تو نہ صرف خود مطمئن اور شاد رہتے بلکہ دوسروں کو بھی نوازتے اور آج یہ ذلت اور بے بسی تمہیں یوں بے جان نہ کرتی۔''

اس مرتبہ انجم آپے سے باہر ہو گیا اور بڑے غصیلے انداز میں بولا!''تمہیں خوش رکھنے کے لئے ہر روز صبح کی سیر کو لے جاتا ہوں،اچھے اچھے کپڑے پہناتا ہوں،ہر بدلتے فیشن کے ساتھ تمہیں نکھارتا ہوں۔لوگ تمہاری جدید طرز کی شیو اور لمبے بالوں سے حسد کرنے لگے ہیں۔ شہر کے سب سے معروف بیوٹی سیلون پر تمہاری تراش خراش ہوتی ہے۔بالکل الگ کمرے میں تمہاری خوشیوں کا سامان اکٹھا کر چھوڑا ہے۔ ٹی وی ،ڈیک،موبائل سے تمہیں لیس کر رکھا ہے۔تمہاری نظروں کی تسکین کے لئے کمرے میں چاروں طرف کیسی رنگین اور ہیجان خیز تصویریں آویزاں کی ہیں۔سگریٹ تک خوشبودار اور انتہائی قیمتی ہیں۔تمہارا جی بہلانے کو صبح کالج اور شام کو اکیڈمی لے جاتا ہوں۔ تمہیں بوریت اور تھکن سے بچانے کے لئے دوستوں کے ہمراہ خوش گپیوں کا اہتمام کرتا ہوں۔ ہوٹلنگ پر بے دریغ خرچ کرتا ہوں۔اس کے باوجود تمہیں گلہ ہے کہ میں تمہارا خیال نہیں رکھتا۔''

دوسری جانب سے جواب آیا''تم جسے خیال رکھنا کہتے ہو وہ سراسر مذاق ہے ....ایک بھونڈا مذاق،جس نے مجھے جیتے جی مار دیا ہے۔

جن اچھے اور جدید طرز کے کپڑوں کا تم نے حوالہ دیا ہے کبھی انہیں گہری نظروں سے دیکھنے کی کوشش کرو،یہ نہ تو تمہاری تہذیب کی علامت ہیں اور نہ ہی ان کا کسی شرافت سے سروکار۔جین کی بوسیدہ پتلون جو ٹانگوں سے چمٹی اب تمہاری کھال کا ایک حصہ بن گئی ہے۔اس کے گھٹنوں پر تم نے شرمناک ڈرائنگ کر چھوڑی ہے،رنگ برنگی چست قمیضوں کے کھلے گریبان

سے تمہاری جھانکتی ہڈیاں تمہارے ذہنی افلاس اور روحانی کسمپرسی پر بین کرتی محسوس ہوتی ہیں۔ فرنچ کٹ داڑھی کا ممکن ہے تمہارے پاس کوئی جواز ہو مگر میں تو یہ جانتا ہوں کہ اس مقدس چیز کو بھی تم نے فیشن کی بھٹی میں جھونک دیا ہے، تمہارے لمبے بال بھی جگ ہنسائی کا باعث ہیں، تم واقعی مجھے شہر کے بڑے بڑے بیوٹی سیلونز میں لے جاتے ہو، وہاں تیز میوزک کے شور میں گھنٹوں بیٹھے اور بے دریغ پیسے خرچ کر کے تمہارے حصے کیا آتا ہے۔ تم پہلے سے بھی زیادہ گھناؤنے ہو جاتے ہو۔ خود فریبی کا زہر تمہارے رگ و پے میں اور بھی شدت سے سرایت کرنے لگتا ہے۔ جس الگ کمرے میں تم میری سیوا کا دعویٰ کرتے ہو وہ دوزخ کا کوئی حصہ ہے۔ شرمناک تصویریں، بے ہودہ میوزک، فلمیں اور موبائل پر تمہاری لچر گفتگو سے میرا دم گھٹنے لگتا ہے۔ بند دروازوں اور ان پر لٹکے ہوئے دبیز پردوں پر تیرتا سگریٹ کا دھواں کسی ایسی بدنصیب قبر کا منظر پیش کرتا ہے جو عذاب کی زد میں ہو...... اب رہ گئی کالج کی بات، اس کی حیثیت تمہارے نزدیک ثانوی ہے۔ کالج میں حاضری تمہاری اپنی مرضی کی محتاج ہے اور پھر تم کلاس میں حاضر ہو کر بھی غیر حاضر رہتے ہو۔ اپنے دل و دماغ پر تم نے حسین تصورات کے ایسے پہرے بٹھا رکھے ہیں کہ پروفیسروں کی آواز تک سے محروم رہتے ہو۔ باغوں، پارکوں، ہوٹلوں، نت نئے فیشنوں اور تیز موسیقی کے گیت تمہارے ذہن میں گونجتے رہتے ہیں۔ ایسے میں تم خاک پڑھ سکتے ہو۔ آج تک تم کالج وقت پر نہیں پہنچے، غیر حاضری بھی تمہاری عادت کا ایک حصہ ہے، یہی حال اکیڈمی کا ہے کہ وہ محض تمہارے دل بہلاوے کی جگہ ہے۔ اور ایک راز کی بات بتلاؤں؟

"ہاں کہو......" انجم نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

اب دوسری جانب سے بڑے جارحانہ انداز میں جواب آیا "یہ کالج اور اکیڈمی کا تم نے جو ڈھونگ رچا رکھا ہے میں اس سے بھی باخبر ہوں۔ گورنمنٹ کے کالج میں تم ابتدا ہی سے فیسیں ادا کر چکے ہو، لیکن اس کے باوجود ہر ماہ ایک معقول جیب خرچ کے ساتھ کالج فیس کے نام پر ڈیڑھ ہزار روپیہ بٹورتے ہو جبکہ اکیڈمی کی فیس جو صرف ایک ہزار روپے ہے، تم اس کے نام پر اڑھائی ہزار روپے وصول کرتے ہو۔ یہی نہیں مختلف بہانوں سے تم اپنے نیک دل اور پیار کرنے والے ماں باپ کو لوٹتے ہو اور ان کے اعتماد کو مسلسل دھوکہ دے رہے ہو۔ سچ ہے تم نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا۔ .... مسجد، نیکی سے تمہیں کوئی پیار نہیں، دعائے قنوت کی تو بات ہی کیا تمہیں تو سورۃ فاتحہ بھی ٹھیک سے یاد نہیں۔ کئی بار میرا دل مچلا ہے کہ صبح اسمبلی میں پہنچوں، لیکن اس وقت تم اپنے کالج سے دور کسی "اور" کے انتظار میں بے قرار کھڑے ہوتے ہو۔ پرسوں کی بات تمہیں یاد ہو گی پہلے پیریڈ میں تم آدھ گھنٹہ لیٹ تھے۔ پروفیسر الیاس صاحب نے اشاروں اشاروں میں تمہیں کیسے بے عزت کیا تھا۔ میں خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا، میری حالت بالکل مجرموں کی سی تھی اور جس دن سر عبدالحق نے تمہیں کتاب پڑھنے کا کہا تو تم جو سوچوں میں جکڑے ہوئے بیٹھے تھے، ڈھنگ سے ایک لفظ بھی نہ پڑھ سکے۔ ایسے میں کلاس فیلوز کے دبے دبے قہقہے اور حق صاحب کی معنی خیز خاموشی نے تمہیں کیسا بے عزت کر دیا تھا۔ اب انگریزی کے پروفیسر خواجہ صاحب نے تنگ آ کر تم سے کچھ پوچھنا ہی چھوڑ دیا ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ سب کچھ تمہارے بس میں نہیں، اور کچھ یہی کیفیت قاری یونس صاحب کی ہے جنہیں تمہارے غیر مسلموں والے انداز سے چڑ ہے۔ سر امجد ناز کے پیریڈ میں بھی تم خاموش ہو جاتے ہو۔ خود انہیں بھی اس بات کا گلہ ہے کہ تم کلاس میں ہونے کے باوجود غیر حاضر ہوتے ہو۔ بتلاؤ ایسے حالات میں تمہیں کون پسند کر سکتا ہے؟"

انجم ایک دم تڑپ کر اٹھ بیٹھا۔ اس کا سانس تیز تیز چلنے لگا جیسے وہ کہیں دور سے بھاگ کر آیا ہو۔ اس نے بے بسی سے دیکھا اور ٹوٹتے لہجے میں بولا:

''تم میرے ہر عمل سے آگاہ ہو.......
میری ہر کمزوری کو جانتے ہو.......آخر
کون ہو.......تمہارا مجھ سے کیا ناطہ ہے؟''
جواب میں ایک زوردار قہقہہ گونجا اور آواز آئی۔ ''تمہاری نالائقی اور بدنصیبی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ تم مجھ کو نہیں جانتے.......حالانکہ میں ازل سے تمہارے ساتھ ہوں ،غور سے دیکھو میں تمہارا اپنا ہوں.......میں تمہارا ضمیر ہوں، تمہارا حقیقی دوست لیکن تم ہمیشہ مجھ سے نظریں چراتے رہے ہو اور آج اسی کا نتیجہ ہے کہ تم سب کی نظروں سے گر گئے ہو اور خود اپنی نظروں میں بھی تمہارا کوئی مقام نہیں رہا.......تم تنہا ہو.......اکیلے ہو.......بالکل اکیلے۔''

''میں کیا کروں؟'' انجم نے رودینے والے انداز میں پوچھا۔

جواب ملا: ''اپنے خالق حقیقی سے رجوع کرو، وہ سب کچھ دیکھتا ہے، سنتا بھی ہے وہ تمہاری کمزوریوں سے واقف ہے وہ معاف کر دینے والا ہے، وہی حقیقی مددگار ہے۔''

انجم نے دیکھا اس کے ساتھ ہی وہ عکس ایک دم کہیں غائب ہو گیا۔ انجم نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں جانب دیکھا۔ اسے اپنے وجود میں ایک خوشبو سی اترتی محسوس ہوئی۔ اس نے اپنی جھولی مالکِ حقیقی کے سامنے پھیلا دی اور سر سجدے میں رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیا؛؛ اگلے ہی لمحے اسے اپنا آپ بہت سبک، بہت ہلکا محسوس ہونے لگا.......وہی انجم جو کچھ دیر پہلے ندامت کے بوجھ تلے کچلا ہوا تھا اب خود کو خلاؤں میں اڑتا ہوا محسوس کر رہا تھا اور یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ غفلت کی گہری نیند سے بیدار ہوا ہے اور ایک نئی اور روشن صبح اس کے استقبال کے لئے طلوع ہوئی ہے۔

☆☆☆☆

خرد نے مجھ کو عطا کی نظر حکیمانہ
سکھائی عشق نے مجھ کو حدیثِ رندانہ!
نہ بادہ ہے، نہ صُراحی، نہ دَورِ پیمانہ
فقط نگاہ سے رنگیں ہے بزمِ جانانہ!
(بالِ جبریل)

دوسری قسط

فٹ بال اور ورلڈ کپ کی تاریخ

محمد سہیل قیصر ہاشمی

فٹ بال ورلڈ کپ 2006ء

18 واں فٹ بال ورلڈ کپ 9 جون 2006ء سے 9 جولائی 2006ء تک جرمنی کے بارہ شہروں میں منعقد ہوا۔ ورلڈ کپ کی تاریخ میں پہلی بار عالمی اعزاز جیتنے والی ٹیموں کے تمام حیات فٹ بالرز کو افتتاحی تقریب میں مدعو کیا گیا۔ افتتاحی تقریب میونخ میں ہوئی۔ اس تقریب میں 140 سے زائد معمر عالمی چیمپئن فٹ بالر میدان میں موجود تھے۔ ان میں معمر ترین فٹ بالر یوروگوئے کے 80 سالہ ایلسیڈاس Alcidas تھے جنہوں نے 1950ء کے ورلڈ کپ فائنل میں برازیل کے خلاف پہلا گول کیا تھا۔ تقریب میں فیفا کے صدر سیپ بلاٹر، جرمن چانسلر انجیلا مرکل، کوسٹاریکا کے سربراہ اسکرا بریس موجود تھے۔ جرمن صدر ہرسٹ کوہلر نے ورلڈ کپ کے باقاعدہ افتتاح کا اعلان کیا۔

ورلڈ کپ میں شرکت کے لئے فیفا سے الحاق رکھنے والے ممالک کے مابین کوالیفائنگ راؤنڈ کا آغاز 9 ستمبر 2003ء کو ہوا۔ اس طویل مرحلے میں فیفا کے رُکن ملکوں نے مجموعی طور پر 847 میچ کھیلے جن میں سے 659 فیصلہ کن رہے جبکہ 188 میچ ڈرا ہوئے۔ ورلڈ کپ کوالیفائنگ راؤنڈ کا مرحلہ نومبر 2005ء میں ختم ہوا اور دنیا کی 32 ٹیموں کے 736 کھلاڑیوں نے ورلڈ کپ میں شرکت کی۔

ورلڈ کپ کوالیفائنگ راؤنڈ میں میکسیکو نے سب سے زیادہ 67 گول کیے جبکہ فرانس نے سب سے کم چودہ گول کیے پینالٹی ککس پر 83 گول ہوئے جس میں برازیل کے اسٹار فٹ بالر رونالڈو اور رونالڈینیو نے چھ گول کیے۔

ورلڈ کپ 2006ء میں 64 میچز کھیلے گئے۔ کوالیفائنگ مرحلہ مکمل ہونے کے بعد فیفا کی پانچ کنفیڈریشنز سے اس بار ورلڈ کپ میں نمائندگی ہوئی آسٹریلیا نے 32 سال بعد ورلڈ کپ میں شرکت کی۔ اس بار کئی ممالک نے ورلڈ کپ میں پہلی بار شرکت کی جن میں سربیا مونٹی نیگرو۔ یوکرائن، گھانا، ٹوگو، کوٹ ڈی آئیوری، جمہوریہ چیک اور انگولا شامل ہیں۔

جاپان فٹ بال ورلڈ کپ میں سب سے پہلے شرکت کرنے والا ملک تھا۔ فیفا کے تبدیل شدہ قوانین کے تحت دفاعی چیمپئن برازیل نے بھی کوالیفائنگ راؤنڈ میں حصہ لیا جب کہ پہلے میزبان ملک اور دفاعی چیمپئن براہِ راست حصہ لیتے تھے۔

فٹ بال ورلڈ کپ میں دنیا بھر سے کوالیفائی کرنے والی 32 ملکوں کی ٹیموں کو چار چار کے آٹھ گروپوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔

شیڈول کے مطابق 9 جون 2006ء سے 24 جون 2006ء تک مختلف گروپوں کی ٹیمیں آپس میں کھیلتی رہیں پھر ان میں سے دو دو یعنی کل سولہ ٹیمیں 24 جون 2006ء کو شروع ہونے والے اگلے مرحلے میں داخل ہوئیں یہاں ایک گروپ کا فاتح دوسرے گروپ کی دوسری نمبر پر آنے والی ٹیم سے کھیلا۔ اس بات کی احتیاط کی گئی کہ گروپ ڈی کا فاتح یا رنراپ گروپ ای کے فاتح اور رنراپ سے نہ کھیلے یہی احتیاط کوارٹر فائنل میں رکھی گئی۔ کوارٹر فائنل کا مرحلہ 30 جون سے ہوا اور اس میں آٹھ ٹیموں نے حصہ لیا۔ اس کے بعد سیمی فائنل اور 9 جولائی

کو فائنل کھیلا گیا جس میں اٹلی نے فرانس کو ہرا کر پہلی پوزیشن حاصل کی جبکہ فرانس دوسرے اور جرمنی تیسرے نمبر پر رہا۔

جرمنی نے 32 سال بعد دوبارہ عالمی کپ کی میزبانی کا اعزاز حاصل کیا اس سے قبل جرمنی میں 1974ء میں دسواں عالمی کپ فٹ بال ٹورنامنٹ کھیلا گیا تھا جس کے فائنل میں میزبان جرمنی نے ہالینڈ کو ایک کے مقابلے میں دو گول سے ہرا کر دوسری مرتبہ عالمی کپ جیتنے کا اعزاز حاصل کیا تھا۔

فٹ بال ورلڈ کپ اور مسلمان ممالک

2002ء ورلڈ کپ مقابلوں میں پہلی مرتبہ پانچ مسلم ممالک سعودی عرب، ترکی، سینی گال، نائیجیریا اور تیونس نے حصہ لیا تھا لیکن 2006ء فٹ بال ٹورنامنٹ میں ان کی تعداد تین تھی جن میں سعودی عرب، ایران اور تیونس شامل ہیں۔ سعودی عرب اور تیونس کو ایک ہی گروپ میں رکھا گیا تھا۔ اگر 1930ء سے ورلڈ کپ میں مسلمان ممالک کی تعداد کا ایک جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ دوسرے عالمی کپ میں مصر واحد ملک تھا جو ورلڈ کپ میں شریک تھا۔ اس کے بعد 1954ء میں ترکی، 1970ء میں مراکش اور 1974ء میں زائرے ہی واحد مسلم ملک تھے جن کی مسلم دنیا سے واحد نمائندگی رہی پھر 1978ء میں یہ تعداد بڑھ کر دو ہوگئی جن میں ایران اور تیونس شامل تھے۔ 1982ء کویت اور الجیریا نے شرکت کی جبکہ 1986ء میں عراق الجیریا اور مراکش نے شرکت کی۔ 1990ء میں مصر اور پہلی مرتبہ متحدہ عرب امارات شامل ہوئے۔ 1994ء میں سعودی عرب، نائیجیریا اور مراکش نے شرکت کی۔ 1998ء میں سعودی عرب، نائیجیریا، ایران اور تیونس نے شرکت کی ترکی مسلم دنیا کا واحد ملک ہے جس نے 2002ء ورلڈ کپ کے میزبان جنوبی کوریا کو 2-3 سے شکست دے کر تیسری پوزیشن حاصل کی۔

ورلڈ کپ ایوارڈز۔

31 روزہ میلے کے آخری دن گولڈن شو بہترین گول کیپر، گولڈن بال، فیئر پلے ایوارڈ کے فیصلے کئے گئے جب کہ چند دن قبل بیسٹ ینگ پلیئر کا ایوارڈ بھی دیا گیا جو عالمی کپ میں پہلی مرتبہ شامل کیا گیا تھا۔

لوکاس پوڈ ولسکی عالمی کپ فٹ بال ٹورنامنٹ کے پہلے فیفا بیسٹ ینگ پلیئر ایوارڈ کے حق دار قرار پائے۔ جرمنی ہی کے میروسلاو کلوز پانچ گول کر کے عالمی کپ کے ٹاپ اسکورر رہے انہوں نے گولڈن شو کا ایوارڈ حاصل کیا جو سب سے زیادہ گول کرنے والے کھلاڑی کے حصے میں آتا ہے۔

رونالڈو جو گزشتہ تین ورلڈ کپ میں بارہ گول کر چکے تھے مجموعی طور پر پندرہ گول کے ساتھ عالمی کپ کے ٹاپ اسکورر بن گئے۔ 2006ء عالمی کپ میں انہوں نے جرمنی کے گرڈ ملر کے 14 گول کے ریکارڈ کو توڑا۔ عالمی کپ 2006ء کے فائنل میں فرانس کے کپتان زین الدین زیڈان کو اگرچہ ایک جذباتی فیصلے کے باعث گراؤنڈ سے باہر بھیج دیا گیا تھا لیکن پورے ٹورنامنٹ میں اعلیٰ ترین کارکردگی پر انہیں گولڈن بال کا ایوارڈ پیش کیا گیا جو ٹورنامنٹ کے سب سے بہترین کھلاڑی کو دیا جاتا ہے۔

اٹلی کے گول کیپر جیان لوجی بفون نے بہترین گول کیپر کا ایوارڈ جیتا۔ برازیل اور اسپین کی ٹیموں کو عالمی کپ 2006ء کے مقابلوں میں سب سے زیادہ صاف ستھرا رویہ رکھنے پر فیئر پلے ٹرافی مشترکہ طور پر دی گئی۔

فٹ بال ورلڈ کپ 2006ء ایک جائزہ

برازیل اور نیا ریکارڈ۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ برازیل ورلڈ کپ فٹ بال کی تاریخ کی سب سے کامیاب ٹیم رہی ہے۔ 13 جون 2006ء کو کروشیا کو ہرا کر اس نے ورلڈ کپ کے مسلسل آٹھ میچ جیتنے کا ریکارڈ اپنے نام کیا۔ 2002ء میں کوریا اور جاپان میں ہونے والے ورلڈ کپ میں برازیل نے اپنے تمام 7 میچ جیت لئے تھے۔ جب کہ اٹلی کو بھی 1934ء اور 1938ء میں مسلسل سات میچ جیتنے کا اعزاز حاصل ہے۔

اٹلی کی فتح۔

اٹلی کی ٹیم 24 سال بعد چوتھی بار عالمی چیمپئن بن گئی۔ اٹلی کی ٹیم جرمنی میں ہونے والے عالمی کپ میں فیورٹ ٹیموں میں شامل نہیں تھی۔ مگر اس نے ناممکن کو ممکن کر کے 24 سال بعد یہ اعزاز 9 جولائی 2006ء کو جیت لیا۔

گولوں کی سنچری۔

18 ویں عالمی کپ 2006 ء میں شریک کھلاڑیوں میں ایران کے کپتان علی دائی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ دنیا میں انٹرنیشنل گولوں کی سنچری کے ساتھ دنیائے فٹ بال میں ایک سو نو گول اسکور کر کے پہلے نمبر پر ہیں۔ علی دائی انٹرنیشنل گولوں کی سنچری کرنے والے واحد کھلاڑی ہیں۔ اس دوڑ میں (وہ کھلاڑی جو اس وقت انٹرنیشنل فٹ بال کھیل رہے ہیں) ٹرینڈاڈ ٹوباگو کے جان اسٹرن 65 گول کے ساتھ دوسرے اور برازیل کے مایہ ناز اسٹرائیکر رونالڈو 62 گول کے ساتھ تیسرے نمبر پر ہیں۔

زیادہ انٹرنیشنل میچ۔

اٹھارویں عالمی کپ مقابلوں میں ایران اور سعودی عرب کی کارکردگی مایوس کن رہی تاہم ان دونوں ٹیموں کے کھلاڑیوں علی دائی اور محمد الداعیا کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ دونوں کھلاڑی سب سے زیادہ انٹرنیشنل گول اسکور کرنے والے اور انٹرنیشنل میچ کھیلنے والے کھلاڑی بھی ہیں۔ سعودی عرب کے محمد الداعیا نے اب تک 181 انٹرنیشنل میچ کھیل کر پہلا نمبر حاصل کیا ہے۔ جبکہ میکسیکو کے سوریز کلاڈیو 169 میچ کھیل کر دوسرے نمبر پر اور سعودی عرب کے الجابر 163 میچز کھیل کر تیسرے نمبر پر ہیں۔ زیادہ انٹرنیشنل میچ کھیلنے کی دوڑ میں ایران کے علی دائی کا نمبر چوتھا ہے اور ان کے مجموعی میچز 149 ہیں۔

ریکارڈ پنلٹی شاٹس روکنے کا ریکارڈ۔

اٹھارویں فٹ بال ورلڈ کپ 2006ء میں پرتگال کے گول کیپر ریکارڈو نے تین پنلٹی شوٹس روک کر ریکارڈ بنا دیا۔ انہوں نے یہ کارنامہ انگلینڈ کے ساتھ کھیلے گئے میچ میں سرانجام دیا۔

فائنل میں تین گول کرنے والے دنیا کے چوتھے فٹ بالر۔

فرانس کے شہرہ آفاق فٹ بالر اور ٹیم کے کپتان زین الدین زیڈان فٹ بال ورلڈ کپ کے فائنل مقابلوں میں تین گول کرنے والے دنیا کے چوتھے فٹ بالر بن گئے۔ انہوں نے اٹلی کے خلاف میچ کے ساتویں منٹ میں پینلٹی شوٹ پر گول کیا۔ اس سے قبل زیڈان نے 1998ء میں برازیل کے خلاف فائنل میں ہیڈ کے ذریعے دو گول کئے تھے۔ ان کے علاوہ برطانیہ کے جیف ہرسٹ فائنل میں ہیٹ ٹرک کرنے والے دنیا کے پہلے فٹ بالر تھے۔ برازیل کے پیلے اور وادا بھی عالمی کپ کے فائنل میں تین گول سکور کرنے کا اعزاز رکھتے ہیں۔

برلن اولمپک اسٹیڈیم اور اٹلی۔

ورلڈ کپ 2006ء، 9 جولائی 2006ء کو اٹلی نے فرانس کو ہرا کر جیت لیا اٹلی کے لئے برلن کا تاریخی اولمپک اسٹیڈیم خوش قسمت میدان ہے جہاں وہ 1936ء کے اولمپک گیمز کا فائنل جیت چکا ہے۔

پہلی بار۔

انگولا نے پہلی مرتبہ ورلڈکپ میں حصہ لیا یہ گروپ ڈی میں پرتگال، ایران اور میکسیکو کے ساتھ شامل تھا۔

فٹ بال ورلڈ کپ 2010ء

19 واں ورلڈ کپ جنوبی افریقہ کے میدانوں میں 2010ء میں سجے گا فیفا کی ایگزیکٹو کمیٹی نے جنوبی افریقہ کو 2010ء کے فٹ بال ورلڈ کپ کا میزبان قرار دے دیا ہے۔ افریقہ میں یہ پہلا فٹ بال ورلڈ کپ ہوگا۔

فیفا کے نئے طریقہ کار کے مطابق اس دفعہ براعظم افریقہ کے ممالک کے درمیان مقابلہ تھا۔ میزبانی کے حصول کے لئے پانچ افریقی ممالک جنوبی افریقہ مراکش، لیبیا، تیونس اور مصر کے درمیان مقابلہ تھا۔ تیونس کو ووٹنگ سے ایک روز قبل ناکافی سہولتوں کے باعث ڈراپ کر دیا گیا جبکہ لیبیا نے جو تیونس کے ساتھ مشترکہ میزبانی کا خواہاں تھا، اپنا نام واپس لے لیا۔ اس طرح تین اُمیدوار میدان میں باقی رہے۔ پچھلی بار جرمنی کے ہاتھوں ایک ووٹ کے فرق سے ورلڈ کپ 2006ء کی میزبانی سے محروم رہ جانے والا ملک جنوبی افریقہ اس بار واضح برتری سے جیت گیا۔

☆☆☆☆☆

پہلی بار

محمد سہیل قیصرانی

س: حضرت آدم علیہ السلام کو سب سے پہلے سجدہ کرنے والا فرشتہ؟

ج: حضرت اسرافیل علیہ السلام

س: ہندوستان میں آنے والا پہلا سیاح؟

ج: منگتھر

س: ہندوستان کی تاریخ کا پہلا مسلمان بادشاہ؟

ج: محمد غوری

س: پہلی مسلمان خاتون جس نے تاج شاہی پہنا؟

ج: رضیہ سلطانہ

س: جنگ عظیم اول میں سب سے پہلے ٹینک استعمال کرنے والا مُلک؟

ج: برطانیہ

س: اقوام متحدہ کی پہلی خاتون صدر؟

ج: وجے لکشمی پنڈت

س: سب سے پہلا جمہوریت کا آغاز کرنے والا مُلک؟

ج: یونان

س: سب سے پہلا مُلک جس کی تاریخ لکھی گئی؟

ج: یونان

س: بھارت کا پہلا راجہ؟

ج: چندر گپت موریہ

س: برصغیر کی اسلامی سلطنت میں شامل ہونے والا پہلا علاقہ؟

ج: مکران

س: برصغیر کا پہلا وائسرائے؟

ج: لارڈ کیننگ

س: برصغیر میں تانبے کا سکہ سب سے پہلے چلانے والا حکمران؟

ج: سلطان محمد تغلق

س: برصغیر میں مسلمانوں کا پہلا قائم کردہ شہر؟

ج: منصورہ

س: برصغیر میں سب سے پہلے بڑے پیمانے پر تبلیغ اسلام کرنے والی شخصیت؟

ج: سید علی ہجویریؒ

س: برصغیر کا پہلا انگریز گورنر؟

ج: لارڈ کلائیو

س: برصغیر میں پہلا مارشل لاء؟

ج: 1919ء

س: ہندوستان کی دستوری تاریخ میں پہلا قانون؟

ج: انڈین کونسلز ایکٹ 1861ء

س: آل انڈیا مسلم لیگ کا پہلا اجلاس؟

ج: 1907ء

س: آل انڈیا مسلم لیگ کا پہلا مطالبہ؟

ج: جداگانہ انتخاب کرانے کا

س: پاکستان کی پہلی قانون ساز اسمبلی؟

ج: 26 جون 1947ء

س: ہندوستان کو فتح کرنے والا پہلا سپہ سالار؟

ج: محمد بن قاسم

س: آزادی کے بعد چین کا پہلا وزیر اعظم؟

ج: چواین لائی

س: مقدس رومی سلطنت کا پہلا بادشاہ؟

ج: شارلیمان

س: اُردو کا سب سے پہلا مکمل اخبار؟

ج: جام جہاں نما

س: اُردو کا سب سے پہلا ناول؟

ج: مراۃ العروس

س: اُردو کا سب سے پہلے جاسوسی ناول لکھنے والا؟

ج: ظفر زیدی

س: برصغیر کے پہلے مسلمان پائلٹ؟
ج: مراد
س: ہوائی جہاز کا تجربہ کرنے والا پہلا مسلمان سائنس دان؟
ج: ابوالقاسم ابن قرناس
س: دُنیا میں سب سے پہلے پریس کانفرنس بلوانے والا صدر؟
ج: امریکی صدر ولیم میکنلے
س: پہلی سیاہ فام خاتون چانسلر؟
ج: ڈاکٹر میری ایف ہیری
س: مسلمانوں کے پہلے گوریلا لیڈر؟
ج: امام شامل
س: پاکستان کی طرف سے پہلی ٹیسٹ سنچری بنانے والا؟
ج: نذر محمد
س: ٹیبل ٹینس کے پہلے عالمی چیمپئن؟
ج: ڈاکٹر دولینڈ جیکو بی
س: بیڈمنٹن کی پہلی مسلمان خاتون چیمپئن؟
ج: ممتاز چتوے
س: چاند پر سب سے پہلے کھیلا جانے والا کھیل؟
ج: گاف
س: اسکواش میں پاکستان کی پہلی خاتون چیمپئن؟
ج: نبیلہ نعیم
س: ایشیاء میں پہلی اولمپک گیمز؟

ج: ٹوکیو (جاپان)
س: پہلا اولمپک باسکٹ بال چیمپئن
ج: امریکہ
س: پاکستانی ہاکی ٹیم کے پہلے کپتان؟
ج: اقتدار علی شاہ دارا
س: پاکستان ہاکی فیڈریشن کے پہلے صدر؟
ج: راجہ غضنفر علی
س: کرکٹ میں دُنیا کا پہلا ٹیسٹ کھیلنے والے ممالک؟
ج: انگلینڈ اور آسٹریلیا
س: برٹش اوپن اسکواش چیمپئن شپ جیتنے والے پہلے کھلاڑی؟
ج: ڈی جی بوچ
س: انگلستان کرکٹ ٹیم کے پہلے کپتان؟
ج: جیمز للی
س: باکسنگ کے پہلے لائٹ ویٹ چیمپئن؟
ج: ڈگ برگ
س: برطانیہ کو تیر کر عبور کرنے والا پہلا تیراک؟
ج: میتھو ویب
س: ٹیبل ٹینس کی پہلی خاتون چیمپئن؟
ج: مسز سکاٹ
س: شطرنج کا پہلا عالمی چیمپئن؟
ج: ایڈلف اینڈرس
س: خلا میں کھیلا جانے والا پہلا کھیل؟
ج: فٹ بال
س: پاکستان کے پہلے گاف چیمپئن؟

ج: تیمور حسن
س: ہاکی کی پہلی پاکستانی خاتون ایمپائر؟
ج: صُغرا کرمانی
س: دُنیا کا پہلا نقشہ تیار کرنے والا؟
ج: اناگز سیمیڈر
س: دُنیا کا سب سے پہلا انسائیکلو پیڈیا؟
ج: مفاتیح العلوم
س: دُنیا میں پہلا ایٹم بم بنانے والا؟
ج: اوپن ہیمر
س: دُنیا کا پہلا عجوبہ؟
ج: اہرام مصر؟
س: دُنیا کی پہلی بس سروس کا آغاز؟
ج: 11 اپریل 1903ء
س: دُنیا کی پہلی گھڑی؟
ج: سورج گھڑی
س: دُنیا کے گرد پہلی پرواز؟
ج: 16 اپریل 1924ء
س: امریکہ کی پہلی قدیم ترین یونیورسٹی؟
ج: ہارورڈ یونیورسٹی
س: دُنیا کا پہلا ریڈیو اسٹیشن؟
ج: جمیس فورڈ میں
س: دُنیا کی پہلی خاتون صدر؟
ج: مسز ازابیلا پیرون (ارجنٹائن)
س: دُنیا کی پہلی خاتون گورنر؟
ج: امریکہ کی نیلی نیلوی لاس
س: دُنیا کا پہلا ٹیسٹ ٹیوب بچہ؟

ج: 25 جولائی 1978ء

س: دُنیا کے پہلے فضائی مسافر؟

ج: ایک بھیڑ، ایک مرغی اور ایک بطخ

س: پہلا فلم اسٹار؟

ج: برانچو وی اینڈرس

س: پاکستان کی پہلی رنگین سینما اسکوپ فلم؟

ج: مالا

س: دُنیا کا پہلا ساز؟

ج: بانسری

س: دُنیا کی پہلی فیچر فلم؟

ج: سٹوری آف دی کیلی کانگ

س: دُنیا کی پہلی بولتی فلم؟

ج: جاز سنگر۔

س: پہلا با قاعدہ سینما؟

ج: پیرس میں قائم ہوا

س: پاکستان کی پہلی سینما اسکوپ فلم؟

ج: بہانہ ساگر

س: دُنیا کا پہلا فلم اسٹوڈیو؟

ج: بلیک ماریا

س: پاکستان کی پہلی پنجابی فلم؟

ج: دُلا بھٹی

س: پاکستان کی پہلی پشتو فلم؟

ج: یوسف خان شہر بانو

س: پاکستان کی پہلی سندھی فلم؟

ج: اتحاد

س: دُنیا کا پہلا انجینئر؟

ج: ارشمیدس

س: ریاضی میں سب سے پہلے صفر استعمال کرنے والا؟

ج: ابو جعفر بن موسیٰ الخوارزمی

س: پاکستان کی پہلی سرائیکی فلم؟

ج: دھیاں نمانیاں

س: سب سے پہلے خلائی مسافر؟

ج: روسی کیتا لائیگا

س: دُنیا کی پہلی نوبل انعام یافتہ خاتون؟

ج: مادام کیوری

س: سب سے پہلے ایٹمی نظریہ پیش کرنے والا؟

ج: جان ڈالٹن

س: خلا میں سبزیاں اُگانے کی پہلی کوشش؟

ج: روس نے کی

س: انسان کی سب سے پہلی ایجاد؟

ج: پہیہ

س: دُنیا کا پہلا با قاعدہ اسپتال؟

ج: بیمارستان (بغداد میں)

س: آنکھوں کا سب سے پہلا ہسپتال؟

ج: 8 فروری 1805ء کو قائم ہوا

س: سب سے پہلے مسلمان فلسفی؟

ج: یعقوب الکندی

س: پہلی پاکستانی شہید خاتون؟

ج: عابدہ طوسی (جنگِ 1965ء)

☆☆☆☆☆

دسترخوان

فرخندہ

انڈے گوشت

اشیاء:

گوشت، آدھ کلو (بڑا یا چھوٹا)

انڈے، چار عدد

پیاز، دو عدد

ہری مرچ، حسب پسند

ٹماٹر، ایک عدد

لہسن، ادرک، ایک چمچ (پسا ہوا)

ہرا دھنیا، چند پتے

نمک، مرچ، حسب ذائقہ

ترکیب:

گوشت کو اچھی طرح دھولیں۔ دھونے کے بعد گوشت میں پیاز کتر کر ڈالیں اور پسا ہوا لہسن ادرک ڈالیں۔ نمک مرچ اور مناسب پانی ڈال کر چولہے پر چڑھادیں۔ جب گوشت گل جائے تو ٹماٹر کاٹ کر ڈالیں اور گھی ڈال کر بھونیں ساتھ ہی ہری مرچیں کاٹ کر ڈالیں۔ بھونتے رہیں جب گوشت گھی چھوڑ دے تو ہرا دھنیا کاٹ کر ڈالیں۔ دوسری طرف انڈے اُبال کر چھیل لیں اور ان کے دو دو پیس کر کے گوشت میں ڈال لیں۔ انڈے گوشت تیار ہے۔

سادہ گوشت

اشیاء:

گوشت، ایک کلو

پیاز، ایک کلو

ادرک، ایک تولہ

گرم مصالحہ، 9 ماشے

دہی، ایک پاؤ

نمک، حسب ذائقہ

گھی، ڈیڑھ پاؤ

ہلدی، 3 ماشے

لہسن، 2 پوتھیاں

چھوٹی الائچی، 5 عدد

لال مرچیں، 6 ماشہ

ترکیب:

گوشت میں پیاز کتر کر گھی میں سرخ کرلیں اور ہلدی ڈال کر گھی میں بھون لیں پھر کتری ہوئی لال مرچیں، کترا ہوا لہسن، ثابت گرم مصالحہ، ثابت الائچیاں اور کتری ہوئی ادرک ڈال دیں بعد میں کچھ پیاز اور کتر کر دہی میں ملا کر شامل کردیں۔ جب پیاز کا پانی خشک ہو جائے تو دم پر رکھ دیں آدھ گھنٹے بعد اُتار لیں۔ یاد رکھئے اس سالن کی تیاری میں مصالحہ پیس کر نہیں ڈالا جاتا اور اسے ہلکی آنچ پر پکایا جاتا ہے۔

☆☆☆☆

ہماری دستاویزی فلمیں

نمبر شمار	نام	دورانیہ
1	علامہ اقبال 35MM/VHS (بلیک اینڈ وائٹ)	30 منٹ
2	آرکیٹیکچر ان پاکستان 35MM/VHS	20 منٹ
3	آرٹ اِن پاکستان (انگلش) 35MM/VHS (بلیک اینڈ وائٹ)	30 منٹ
4	برتھ آف پاکستان (انگلش) 35MM/VHS (بلیک اینڈ وائٹ)	30 منٹ
5	کلچرل ہیریٹیج آف پاکستان (اردو) 35MM/Betacam	20 منٹ
6	چلڈرن آف پاکستان 35MM/VHS/U.Matic	20 منٹ
7	کری ایٹو ہینڈز (انگلش) 35MM/U.Matic	30 منٹ
8	گندھارا آرٹ (انگلش) 35MM/U.Matic	20 منٹ
9	گریٹ ماؤنٹین پاسز اِن پاکستان (انگلش) 35MM	20 منٹ
10	گرین ٹرٹل ان پاکستان (اردو، انگلش) 35MM/VHS/U.Matic	10 منٹ
11	جرنی تھرو پاکستان (اردو، انگلش) 35MM	20 منٹ
12	لیکس اِن پاکستان (اردو) 35MM	30 منٹ
13	مونومنٹس آف پاکستان (اردو) 35MM/VHS	20 منٹ
14	موہن جوڈرو (انگلش) 35MM	20 منٹ
15	مائنارٹیز اِن پاکستان (انگلش، اردو) 35MM/UHS/U.Matic	20 منٹ
16	میرج کسٹمز 35MM/VHS	20 منٹ
17	وائلڈ لائف اِن پاکستان (اردو) 35MM	30 منٹ
18	مرزا غالب (اردو) 35MM/VHS	80 منٹ
19	پاکستان پاسٹ اینڈ پریزنٹ (انگلش) 35MM/VHS	30 منٹ
20	پاکستان۔اے پورٹریٹ (انگلش) VHS/U.MATIC.35MM	30 منٹ
21	کارپٹس (اردو) 35MM	20 منٹ
22	پی ایم اے کاکول (اردو) 35MM/U.Matic	30 منٹ
23	پاکستان پینوراما (اردو، انگلش، عربی) 35MM/U.Matic	20 منٹ
24	ویلی آف سوات (اردو) 35MM	20 منٹ
25	پاکستان سٹوری (اردو) VHS/35MM	70 منٹ
26	پاکستان لینڈ اینڈ اِٹس پیپلز (انگلش) 35MM	30 منٹ
27	پاکستان پرامزنگ لینڈ (انگلش) 35MM/U.Matic	50 منٹ
28	قائداعظمؒ (اردو) 35MM/VHS	30 منٹ
29	سوہنی دھرتی۔پاکستان (انگلش) 35MM/VHS/U.Matic	30 منٹ
30	سینک بیوٹی آف پاکستان (اردو) 35MM	20 منٹ
31	انڈس۔دی ریور آف ہسٹری (اردو) 35MM	20 منٹ
32	انڈسٹریل گروتھ آف پاکستان 35MM	20 منٹ
33	ناردرن ایریاز (انگلش) 35MM	30 منٹ
34	جیم اینڈ جیولری (انگلش) 35MM/VHS/U.Matic	20 منٹ

رابطہ برائے خریداری

منیجر: ڈائریکٹوریٹ جنرل آف فلمز اینڈ پبلی کیشنز بی-ایف بلڈنگ زیرو پوائنٹ، اسلام آباد۔پاکستان: فون 051-9252182 فیکس: 051-9252176

ہماری مطبوعات

نمبر شمار	مطبوعات	زبان	قیمت پاکستانی روپے	قیمت امریکی ڈالر
1	قائداعظم محمد علی جناح خطبات اور ارشادات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (مجلد)	انگریزی	150/=	$-05
2	قائداعظم محمد علی جناح خطبات اور ارشادات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (پیپر بیک)	انگریزی	95/=	$-04
3	قائداعظم محمد علی جناح خطبات اور ارشادات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (پیپر بیک)	اردو	95/=	$-04
4	قائداعظم محمد علی جناح (تصویری البم) 1876ء تا 1948ء (مجلد)	انگریزی	425/=	$-17
5	قائداعظم محمد علی جناح (تصویری البم) 1876ء تا 1948ء (پیپر بیک)	انگریزی	350/=	$-17
6	اقوال قائدؒ (مجلد/پیپر بیک)	انگریزی	50/=	$-03
7	جناح اور ان کا دور (از عزیز بیگ)	انگریزی	250/=	$-10
8	پاکستان۔فرام ماؤنٹینز ٹو سی (از محمد امین۔ڈنکن ویلٹس۔گراہم ہینکاک)	انگریزی	650/=	$-20
9	پاکستان۔چینی مصوروں کی نظر میں (ین ینگ اینڈ ٹو ہوا)	انگریزی؛عربی فرانسیسی؛چینی	500/=	$-20
10	پاکستان ہینڈی کرافٹس	انگریزی	100/=	$-04
11	پاکستان کرونولوجی 1947ء تا 2001ء (چھ جلدیں)	انگریزی	450/=	$-17
12	پاکستان کرونولوجی 1947ء تا 2001ء (پیپر بیک) (چھ جلدیں)	انگریزی	400/=	$-15
13	مسلم آرٹ اینڈ ہیریٹیج آف پاکستان (از ڈاکٹر اے ایچ دانی)	انگریزی	100/=	$-04
14	گندھارا آرٹ ان پاکستان (از ڈاکٹر اے ایچ دانی)	انگریزی	100/=	$-04
15	وحدت افکار (علاقائی شاعری سے انتخاب)	اردو	100/=	$-04
16	اسلامی معاشرتی اقدار	اردو	15/=	$-01
17	پاکستان پکٹوریل (دوماہی)	انگریزی	40/= فی شمارہ 200/= سالانہ	$-35 سالانہ
18	المصورہ (دوماہی)	عربی	40/= فی شمارہ 200/= سالانہ	$-35 سالانہ
19	سروش	فارسی	15/= فی شمارہ 150/= سالانہ	$-20 سالانہ
20	ماہ نو (ماہنامہ)	اردو	15/= فی شمارہ 150/= سالانہ	$-20 سالانہ

رابطہ برائے خریداری

مینیجر: ڈائریکٹوریٹ جنرل آف فلمز اینڈ پبلی کیشنز بی-ایف بلڈنگ زیرو پوائنٹ اسلام آباد۔ پاکستان: فون 051-9252182 فیکس: 051-9252176

صوبائی رابطے کے نگران وفاقی وزیر ڈاکٹر محمد امجد اسلام آباد میں بارہ کہو گیس سپلائی پراجیکٹ کے سلسلے میں سی ڈی اے کے حکام سے ملاقات کر رہے ہیں۔(12 جنوری 2008ء)

نگران وفاقی وزیر اطلاعات نثار اے۔ میمن اسلام آباد میں ایک پرائیویٹ ٹی وی چینل کی بریفنگ میں شرکت کر رہے ہیں (12 جنوری 2008ء)

نگران وفاقی وزیر برائے ماحولیات، مقامی حکومت و دیہی ترقی سید واجد حسین بخاری اسلام آباد میں عالمی حسینیہ کانفرنس کے اختتامی اجلاس سے خطاب کر رہے ہیں۔(13 جنوری 2008ء)

نگران وفاقی وزیر برائے ثقافت و کھیل سردار سکندر حیات خان اسلام آباد میں افغان فٹ بال کلب کے کھلاڑیوں اور آفیشلز سے ملاقات کر رہے ہیں۔(14 جنوری 2008ء)

صدر پرویز مشرف وزیر اعلیٰ ہاؤس کراچی میں سندھ کابینہ کے اجلاس کی صدارت کر رہے ہیں۔ (14 جنوری 2008ء)

صدر پرویز مشرف گورنر ہاؤس کراچی میں سگنل فری ٹریفک کاریڈور 2 کا افتتاح کر رہے ہیں۔ (14 جنوری 2008ء)

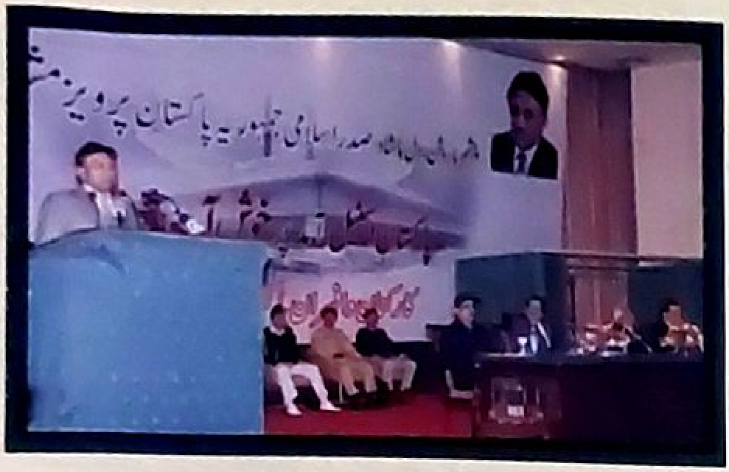

صدر پاکستان پرویز مشرف کراچی میں بن قاسم انڈسٹریل پارک کی تقریب
سنگ بنیاد کے موقع پر خطاب کر رہے ہیں۔ (14 جنوری 2008ء)

صدر مملکت پرویز مشرف کراچی میں پاکستان سٹیل فلائی اوور کی افتتاحی تقریب سے خطاب کر رہے ہیں۔ (14 جنوری 2008ء)